جلد: ۷۱ | یوم چہار شنبہ ۳ جمادی الثانی ۱۴۰۴ھ مطابق ۷ مارچ ۱۹۸۴ء | شمارہ ۱۰

ارشادات حضرت مجدد صد چہاردہم

میری نصیحت یہی ہے کہ دو باتوں کو ہمیشہ یاد رکھو

(۱) خدا تعالیٰ سے ڈرو —— (۲) اپنے بھائیوں سے ہمدردی کرو

"میں صلح کو پسند کرتا ہوں اور جب صلح ہو جاوے پھر اس کا ذکر بھی نہیں کرنا چاہیئے کہ اس نے کیا کہا یا کیا کیا تھا۔ میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص جس نے مجھے ہزاروں مرتبہ دجال اور کذاب کہا ہو اور میری مخالفت میں ہر طرح کی کوشش کی ہو اور وہ صلح کا طالب ہو تو میرے دل میں خیال بھی نہیں آتا اور نہیں آسکتا کہ اس نے مجھے کیا کہا تھا اور میرے ساتھ کیا سلوک کیا تھا ہاں خدا تعالیٰ کی عزت کو ہاتھ سے نہ دے۔

یہ سچی بات ہے کہ جو شخص چاہتا ہے کہ اس کی وجہ سے دوسروں کو فائدہ پہنچے اسکو کینہ ور نہیں ہونا چاہیئے۔ اگر وہ کینہ ور ہو تو دوسروں کو اس کے وجود سے کیا فائدہ پہنچے گا جہاں ذرا اس کے نفس اور خیال کے خلاف ایک امر واقع ہوا وہ انتقام لینے پر آمادہ ہو گیا اسے تو ایسا ہونا چاہیئے کہ اگر ہزاروں نشتروں سے بھی مارا جائے پھر بھی پرواہ نہ کرے۔

میری نصیحت یہی ہے کہ دو باتوں کو یاد رکھو ایک خدا تعالیٰ سے ڈرو دوسرے اپنے بھائیوں سے ایسی ہمدردی کرو جیسی اپنے نفس سے کرتے ہو۔ اگر کسی سے کوئی قصور اور غلطی سرزد ہو جائے تو اسے معاف کرنا چاہیئے نہ یہ کہ اس پر زیادہ زور دیا جائے اور کینہ کشی کی عادت بنالی جائے۔

نفس انسان کو مجبور کرتا ہے کہ اس کے خلاف کوئی امر نہ ہو اور اس طرح پر چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تخت پر بیٹھ جاوے اس لئے اس سے بچتے رہو۔ میں سچ کہتا ہوں کہ بندوں سے پورا خلق کرنا بھی ایک موت ہے میں اسکو ناپسند کرتا ہوں کہ اگر کوئی ذرا بھی کسی کو توں تاں کرے تو وہ اس کے پیچھے پڑ جاوے۔ میں تو اسے کو پسند کرتا ہوں کہ اگر کوئی سامنے بھی گالی دیدے تو صبر کر کے خاموش ہو رہے۔"

(ملفوظات جلد نہم ص۴، ص۵)

—— *** ——

"کمزور بھائی سے محبت کرو۔ میں جو یہ سنتا ہوں کہ کوئی کسی کی لغزش دیکھتا ہے تو وہ اس سے اخلاق سے پیش نہیں آتا بلکہ نفرت اور کراہت سے پیش آتا ہے حالانکہ چاہیئے تو یہ کہ اس کے لئے دعا کرے اس سے محبت کا اظہار کرے اور اسے نرمی اور اخلاق سے سمجھائے ۔۔۔ جماعت تب ہی بنتی ہے کہ بعض بعض کی ہمدردی کریں۔

(ملفوظات احمدیہ حصہ چہارم)

مکتوبِ سرینام

راجہ محمد سیداد صاحب

خدمت اسلام کے اس اہم کام میں کامیابی کیلئے مجھے آپ کی دعاؤں کی اشد ضرورت ہے

بخدمت جناب حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ العزیز

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں خداوندِ عالم کے لطف وکرم سے سرینام پہنچ گیا ہوں۔ آپ کی دعاؤں کا محتاج ہوں۔ ایک عریضہ سرینام پہنچنے سے پہلے ہالینڈ سے ارسال کیا تھا۔ ۲۳ جنوری کو ہالینڈ پہنچا۔ ہیگ کی جماعت کے صدر الٰہی بخش صاحب موجود تھے۔ ایمسٹرڈم کے صدر مع بیگم صاحبہ بھی آئے تھے۔ ہیگ میں قیام کے دوران بڑا اچھا وقت گذرا ۲۴ تا ۲۶ جنوری شام مسجد میں بعد نماز مغرب درس دیتا رہا۔ ۲۷ جنوری جمعہ تھا شام درس نہیں ہوا۔ دوسرے روز تقریباً ساری ہیگ کی جماعت نے ایک خاتون کی سالگرہ میں شرکت کی۔ مجھے بھی بلایا گیا تھا۔ میں جن کے ہاں قیام پذیر تھا عبد الجمیل حسن محمد مجھے اپنے ہمراہ لے گئے (خدا کے فضل سے کوئی گانے وغیرہ کا انتظام نہیں تھا) چند آدمیوں نے اکٹھی تلاوت کی۔ پھر مجھے بھی کچھ کہنا پڑا۔ پھر بیگم فاضل رمضان نے خواتین کے فرائض مختصر بیان کئے اور بعد میں دعا پر خاتمہ ہو گیا۔ پھر کھانا وغیرہ سے فراغت کے بعد لوگ اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔

دوسرے دن بروز اتوار مسجد میں جلسہ کا انتظام کیا گیا۔ باہر کی جماعتوں کو باقاعدہ دعوت دی گئی تھی۔ کافی تعداد میں باہر کی جماعتوں سے بھی لوگ شرکت کے لئے آ گئے۔ اور مسجد بھر گئی۔ خاکسار نے کوئی ایک گھنٹہ دس منٹ "اسلامی معاشرہ" پر تقریر کی جو سب احباب نے خدا کے فضل سے پسند کی اور بڑے انہماک سے اسے سنا۔

اسی رات کو جگو صاحب مجھے اپنے ہمراہ لے گئے اور روٹرڈم میں بروز بدھ یکم تاریخ کو جلسہ کا اہتمام کیا گیا۔ اور رات بعد نماز عشاء جلسہ شروع ہوا۔ تلاوت قرآن پاک اور نعت کے بعد جگو صاحب نے تعارف کرایا اور پھر میں نے کوئی ایک گھنٹہ "اسلامی رواداری" پر اپنی کم مائیگی کے باوجود عرض کیا۔ تقریر بہت پسند کی گئی اور روٹرڈم کے صدر جناب ایس عبدل سنتو صاحب نے تقریر کے فوراً بعد اس کا ترجمہ ڈچ زبان میں سنایا۔ کوئی پون گھنٹہ انہوں نے لیا۔ بعد دعا یوٹریکٹ میں جلسہ کا اعلان کیا گیا۔

۳ فروری بروز جمعہ عشاء کی نماز کے بعد جلسہ شروع ہوا۔ تمام ابتدائی لوازمات کے بعد جگو صاحب نے احمدیت پر عمدہ تقریر کی۔ بعد میں نے "ترقی کا راستہ" پر تقریر کی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور آپ کی دعا سے بہت ہی اچھا اثر ہوا۔ مختصر الفاظ میں روٹرڈم کے صدر نے پھر ڈچ زبان میں حاضرین سے خطاب کیا اور بعد میں ہر جماعت کے صدر صاحبان کو اس سلسلہ میں کچھ کچھ کہنے کے لئے بلایا جاتا رہا اور وہ اپنے اپنے تاثرات بیان کرتے رہے۔ آخر میں دعا کے ساتھ جلسہ اختتام پذیر ہو گیا۔ پھر خورد و نوش کے بعد تمام احباب مجھے فرداً فرداً ملے اور نہایت محبت سے مجھے رخصت کیا۔ دوسرے روز ایوب محمد حسن صاحب جو کہ یوٹریکٹ جماعت کے صدر بھی ہیں اور سرینام کے لئے ساری کوشش انہوں نے ہی کی ہے مجھے صبح ایمسٹرڈم پہنچانے کے کوئی ۵-۴ بجے پر پہنچ گئے۔ چنانچہ جگو صاحب اور اسمٰعیل محمد صاحب کو بھی انہوں نے ہمراہ لیا اور مجھے ایئرپورٹ ایمسٹرڈم لے گئے۔ ہیگ اور روٹرڈم کے احباب بھی وہاں پہلے سے موجود تھے تمام کام فوراً ہو گیا اور آخر وقت تک احباب کے ساتھ رہا۔ ہوائی جہاز نے ½۱۰ بجے صبح روانہ ہونا تھا مگر وہ کوئی ½۱۱ بجے روانہ ہوا۔ اور رات ۲ بجکر ۱۰ منٹ پر ہالینڈ کے وقت کے مطابق پاراموریبو میں بخیریت پہنچ گیا۔ اس میں کوئی ایک گھنٹہ ۴۵ منٹ SUNGUAN کے ہوائی اڈے پر وقت صرف ہوا۔ وہاں کوئی دو گھنٹے ۴۵ منٹ صرف ہوئے۔

سرینام میں احباب موجود تھے بڑے تپاک اور محبت سے ملے۔ مرد اور خواتین کافی تعداد میں موجود تھے۔ ایئرپورٹ کافی دور ہے۔ مجھے محو صاحب کے ہاں ٹھہرایا گیا ہے آپ سے گذارش ہے کہ ان کی ہی معرفت مجھے خط لکھیں۔ یہاں جو مسجد بن رہی ہے دیکھی بہت خوبصورت اور محبت سے بنائی جا رہی ہے۔ انشاء اللہ اگست تک مکمل ہونے کا کہہ رہے ہیں۔ کل دوپہر کو پھر ملاقات کے لئے احباب آئے اس طرح کل اتوار بھی گذر گیا۔ میں آپ کی دعاؤں کا محتاج ہوں کام بہت بڑا ہے اور میں بہت کمزور و ناتواں ہوں۔ آپ مجھے اپنی دعاؤں میں یاد فرمائیں۔ اور اللہ تعالیٰ خود راہنمائی فرمائے۔ آمین!

* * *

درسِ قرآن مجید

جامعہ احمدیہ دارالسلام میں ہر سوموار کو شام کے ۵ بجے قرآن مجید کا درس ہوتا ہے جو نماز مغرب تک جاری رہتا ہے اس سے قبل حاضرین کی چائے سے تواضع کی جاتی ہے۔ محترم نصیر احمد فاروقی صاحب قرآن کریم کے حقائق و معارف بڑے جذبۂ خلوص اور شوق و محبت کے جذبات میں ڈوب کر بیان فرماتے ہیں قرب و جوار کے احباب اس چشمۂ شیریں سے فیض یاب ہونے کے لئے زیادہ سے زیادہ تعداد میں شرکت فرمائیں۔

(ادارہ)

درود شریف کی برکات

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۰ فروری ۱۹۸۴ء فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بمقام دارالسلام ۔ ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور ۱۶

تشہد و تعوذ اور سورہ احزاب کی آیات ۴۱ تا ۴۴ "یآیہا الذین امنوا اذکروا اللہ ذکراً کثیرا ۔۔۔۔ و اعدّلہم اجراً کریما" اور آیت ۵۶ ۔ ان اللہ و ملٰئکتہ یصلون علی النّبیّ یایہا الذین امنوا صلّوا علیہ وسلّموا تسلیماً کی تلاوت کے بعد ان کا ترجمہ اور تشریح بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ ان آیات میں اللہ مومنوں کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ کو بہت یاد کرو اور صبح شام اس کی تسبیح کرو۔ وہی ہے جو تم پر درود بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی تاکہ تمہیں اندھیرے سے روشنی کی طرف نکالے اور وہ مومنوں پر رحم کرنے والا ہے، جس دن وہ اس سے ملیں گے اس دن ان کی دعائے ملاقات سلامتی ہو گی اور ان کے لئے عزت والا اجر تیار کیا ہے۔ اللہ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں اے لوگو! جو ایمان لائے ہو تم بھی اس پر درود بھیجو اور سلام بھیجو۔"

میں نے ان آیات کا انتخاب آج کے خطبے کے لئے اس لئے کیا ہے تاکہ میں درود و صلوٰۃ کے متعلق آپ کی اور خاص طور پر ان بچوں اور نوجوانوں کی خدمت میں اس کے مفہوم اور اہمیت کے بارے میں کچھ عرض کروں جو اسے نہیں سمجھتے۔ یہ مجھے اس لئے بھی ضروری معلوم ہوا کہ عوام الناس حضرت مسیح موعود کو جو اس زمانہ میں سب سے بڑے عاشق رسولؐ اور عاشق اسلام تھے حضور نبی کریم صلعم کے مقابل پر مدعی نبوت کہہ کر مسلمان نہیں سمجھتے اور آپ کی نسبت سے اس جماعت کو بھی جو آپ نے حضور صلعم کا نور دنیا میں پھیلانے کے لئے قائم کی دشمن اسلام اور حضور نبی صلعم سے دور کوئی گروہ سمجھتے ہیں۔ حقیقت اس سے قطعاً مختلف ہے۔ حضرت صاحب نے جتنا درود و سلام آنحضرت صلعم پر بھیجا ہے اتنا شاید ہی کسی نے بھیجا ہو اور آپ نے اپنی جماعت کو بھی یہی تاکید کی ہے کہ آپؐ پر کثرت سے درود بھیجیں۔ اور آپ نے تو حضورؐ سے اپنے عشق کے متعلق یہاں تک فرمایا ہے کہ اگر نبی کریمؐ سے عشق کرنا کفر ہے تو خدا کی قسم اس معاملے میں میں سب سے بڑا کافر ہوں۔

آپ نے صلوٰۃ اور درود کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ صلوٰۃ دراصل ایک دعا ہے اس کا مادہ صلی ہے جس کا مفہوم جلنا اور جلانا ہے۔ قرآن کریم میں بھی ہے "سیصلیٰ سعیرا۔ و سیصلون سعیرا" جس کا مطلب ہے بھڑکائی ہوئی آگ میں جلنا۔ یہ جلنا دراصل آگ کی شدید حرارت کی وجہ سے ہوتا ہے اس لئے صلوٰۃ یا درود وہ دعا ہے جس میں جذبہ اور جوشِ محبت کی وجہ سے شدید حرارت ہو جو انسان کے جسم کے رویں رویں سے پھوٹ کر نکلے اور دوسروں کو بھی متاثر کرے۔ نبی کریم صلعم پر درود بھیجنے والا آپؐ کے عشق و محبت کو اپنے دل میں محسوس کرے۔ یہی آپؐ کی اتباع کا تقاضا ہے اور اس کا عملی طور پر اس طرح اظہار ہو کہ جو نور حضور صلعم دنیا میں لائے انسانی ہمدردی کی خاطر اس کی اشاعت و تبلیغ میں بھی وہی جوش ۔ جذبہ ۔ ولولہ اور تڑپ دکھائے جو محبت کا تقاضا ہے۔ درود پڑھنے کے متعلق احادیث میں بہت کثرت سے ذکر ہوا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ سے ایک روایت ہے ایک اجنبی شخص ایک دفعہ حضور صلعم کی مجلس میں آیا آپ نے اسے بڑی محبت اور پیار سے اپنے پاس اپنے پہلو میں بٹھایا اور فرمایا کہ یہ شخص جب درود پڑھتا ہے تو کہتا ہے کہ اے اللہ تو محمدؐ پر اتنی رحمتیں اور درود بھیج جتنا اس وقت ساری دنیا کے لوگ اس پر درود بھیجتے ہیں تو اللہ کو اس کی یہ بات بہت پسند آئی اور فرمایا کہ جتنا سب کے درود کا اجر ہے وہ سارا اسے ملتا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ درود انسان کو نبی کریم صلعم کا پیارا بنا دیتا ہے اور اس کا بہت بڑا اجر ہے۔

ہمارے حضرت صاحب نے اور دوسرے صلحائے امت نے اس محبت کو بڑے بڑے عجیب رنگ دیئے ہیں۔ ہمارے حضرت صاحب نے بہت درود پڑھا ہے آپ نے اپنا ایک کشف بیان کیا ہے کہ میں نے ایک دفعہ بہت درود پڑھا تو میں نے دیکھا کہ فرشتے نور کی مشکیں بھر بھر کر اس تاریک کمرے میں پھینک رہے ہیں جس میں میں تھا حتیٰ کہ وہ کمرہ اس نور سے منور ہو گیا۔ یہ آنحضرت صلعم سے آپ کے عشق و محبت کا نتیجہ تھا جس کی مثال ہمیں کہیں اور نہیں ملتی۔ لوگ زبانی کلامی محبت بھی کرتے اور آپؐ کے متعلق اپنی نعتوں میں اس کا اظہار بھی کرتے ہیں لیکن آپ حضرت صاحب کی نظم و نثر کو پڑھ کر دیکھیں جو رنگ ان میں فنا فی الرسولؐ کا بھرا ہوا ہے اس کا عشر عشیر بھی کہیں اور نہیں دکھائی دیتا۔ آپ فرماتے ہیں:۔

بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمّرم + گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

اور پھر فرماتے ہیں:۔

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا + نام اس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے،
اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں + وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے،

لوگ یہ الزام دیتے ہیں کہ حضرت صاحب نے آنحضرت صلعم کے مقابل پر کھڑا ہو کر نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ کس قدر کذب بیانی اور افترا پردازی ہے۔ آپ تو فرماتے ہیں میں آپ کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہوں جو کچھ ہیں وہی ہیں اور وہ نور ہی نور ہیں جس کو اللہ نے بھی سورۃ نور میں ایک لطیف مثال سے بیان کیا ہے کہ وہ نور تھا۔ پھر اللہ کی وحی کے تعلق سے وہ نورٌ علیٰ نور ہو گیا جو مشرق و مغرب میں روشن ہو گیا۔ یہ ابد کا نور ہے اور قیامت تک اپنی آب و تاب کے ساتھ چمکتا اور پھیلتا رہے گا۔ حضرت مسیح موعود نے بھی اپنے شعر میں اسی لئے آپ کو نور کہا ہے اور اسی نور کو مشرق و مغرب میں پھیلانا آپ کا اور آپ کی جماعت کا مقصد ہے۔

ایک حدیث میں ہے جو شخص بڑی توجہ سے دن میں سو دفعہ درود پڑھے گا تو جب

وہ اللہ کے سامنے پیش ہوگا تو اس کا چہرہ منور ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے درود پڑھنے کی بہت تاکید کی ہے اس لئے ہماری جماعت کے لئے خاص طور پر یہ لازمی ہے کہ وہ درود کو اپنا وظیفہ بنالیں کیونکہ حضرت صاحب کو آنحضرت صلعم سے جو عشق اور محبت تھی وہ یہی عشق اور محبت اپنی جماعت کے اندر بھی پیدا کرنا چاہتے تھے اور یہ ہمیں ورثہ میں ملی ہے۔ شاید ہمارے بچوں کو یہ معلوم نہ ہو کہ یہ بھی ہمارے دین کا ایک جزو ہے۔ اور اپنے نفسوں کے تزکیہ اور پاکیزگی کے لئے بہت ضروری ہے اور اسی سے ہمارے دلوں میں آنحضرت صلعم کے لئے محبت کا جذبہ پیدا ہوگا اور جس نور سے لوگ ہمیں محروم سمجھتے ہیں ہمیں اپنے عمل اور نمونے سے یہ ثابت کرنا ہوگا کہ ہمارے سینے اس نور سے منور ہیں خواہ وہ آنحضرت صلعم سے ہماری نسبت کو پسند کریں یا نہ کریں اس سے کوئی فرق نہیں پڑیگا۔

"تلاوت کردہ آیات کے حوالے سے آپ نے فرمایا کہ یہ سورہ احزاب کی آیات ہیں اس سورۃ میں جنگ احزاب کا ذکر ہے جس کا نقشہ قرآن کریم نے ان الفاظ میں کھینچا ہے

اذ جاءوکم من فوقکم ومن اسفل منکم واذ زاغت الابصار وبلغت القلوب الحناجر وتظنون باللہ الظنونا ،، جب وہ تمہارے اوپر سے اور تمہارے نیچے سے تم پر آگئے اور جب تمہاری آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا اور تمہارے دل دہشت سے گویا تمہارے گلوں تک آ گئے اور تم اللہ پر مختلف قسم کے ظن کرنے لگے اس کے بعد ہے" ھنالک ابتلی المومنون وزلزلوا زلزالا شدیداً مومنوں کے لئے یہ کڑی آزمائش کی گھڑی تھی اور انہیں سخت مصائب میں ڈالا گیا اس مصیبت اور آزمائش کی گھڑی میں اللہ تعالےٰ نے خارق عادت نشانات اور معجزات دکھائے۔ وہ سارا لشکر باوجود کثرت اور اسلحہ سے لیس ہونے کے راتوں رات بھاگ گیا۔ اور ساتھ ہی اللہ نے یہ بشارت بھی دی کہ" واورثکم ارضھم و دیارھم واموالھم وارضاً لم تطؤھا۔ وکان اللہ علی کل شیء قدیراً" تمہیں ان کی زمین اور ان کے گھروں اور ان کے مالوں کا وارث بنایا اور ایسی زمین کا بھی جس پر تم نے ابھی قدم نہیں رکھا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

بظاہر درود کا اور جنگ احزاب کے متعلق ان آیات کا آپس میں کوئی تعلق نظر نہیں آتا لیکن ان کا آپس میں بڑا گہرا تعلق ہے کیونکہ آنحضرت صلعم کی بعثت کی غرض جنگوں کے ذریعہ سیاسی فتوحات اور غلبہ حاصل کرنا نہ تھی بلکہ لوگوں کا تزکیہ کرنا تھی ان کو ان گناہوں سے نکال کر جن میں وہ بری طرح ملوث تھے پاک و صاف کرنا تھی۔ صبح و شام اللہ کی تسبیح کرنا اور آنحضرت صلعم پر درود بھیجنا تزکیہ نفس کیلئے دو بڑے ذریعے ہیں اللہ کو بہت یاد کرنے اور صبح و شام اس کی تسبیح کرنے کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ" ھو الذی یصلی علیکم و ملٰئکتہ" وہ تمہیں پلیدگیوں اور نجاستوں سے نکالتا اور تمہیں اندھیروں سے روشنی میں لے آتا ہے۔

فرشتوں کی صلوٰۃ یا درود یہ ہے کہ وہ مومنوں کے گناہوں اور خطاؤں کی معافی اور ترقی درجات کے لئے دعا کرتے اور نیکی کے لئے ان کے دلوں میں تحریک پیدا کرتے ہیں۔ اور مومنوں کے درود بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے دلوں کے اندر آنحضرت صلعم کے لئے جوش اور جذبہ محبت پیدا ہو۔ سو درود کی اصلی غرض خواہ وہ اللہ کی طرف سے ہو یا ملائکہ کی طرف سے اور یا مومنوں کی طرف سے انسانوں کا تزکیہ نفس ہے۔

جب "یایھا الذین اٰمنوا صلّوا علیہ وسلموا تسلیما" کے الفاظ اترے تو صحابہ کرام نے آنحضرت صلعم سے پوچھا ہم کیسے درود آپ پر بھیجیں تو آپ نے فرمایا یہ درود بھیجو۔

اللّٰھم صل علیٰ محمد وعلیٰ اٰل محمد کما صلّیت علیٰ ابراھیم و علیٰ اٰل ابراھیم انّک حمیدٌ مجید۔ اللّٰھم بارک علیٰ محمد و علیٰ اٰل محمد کما بارکت علیٰ ابراھیم وعلیٰ اٰل ابراھیم انک حمیدٌ مجید۔

یہ درود نماز کا بھی حصہ ہے لیکن صرف نمازوں میں پڑھ لینا ہی کافی نہیں بلکہ دن میں کئی بار اسے پڑھنا چاہیئے کیوں کہ تزکیہ نفس کے لئے یہ نہایت ضروری ہے اور تزکیہ نفس ہی وہ چیز ہے جس سے انسان کی ساری مشکلات دور ہو جاتی ہیں۔

آنحضرت صلعم کے نور کی اشاعت کو ہم نے اپنی زندگی کا مقصد بنایا ہوا ہے، اس کے ساتھ ہمیں بھی بہت سی مشکلات اور ابتلاؤں کا سامنا ہے۔ اللہ فرماتا ہے۔ ولنبلونکم بشیءٍ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات ط اللہ ہی کی راہ میں تمہیں خوف۔ بھوک۔ مالوں۔ جانوں اور پھلوں کے نقصان سے آزمایا جائیگا۔ وبشر الصّٰبرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ لا قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ تو ان امتحانات میں سے جو صبر سے کام لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں ان کا اجر یہ ہے کہ اولٰئک علیھم صلوٰت من ربھم ورحمۃ قف واولٰئک ھم المھتدون۔ یہی وہ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے مغفرت اور رحمت ہے اور یہی وہ ہیں جو ہدایت پانے والے ہیں۔ اشاعت اسلام اور قرآن کی خاطر ہمیں جن امتحانوں سے گذرنا پڑ رہا ہے یا پڑیگا اس کے لئے صبر سے کام لینا اور اپنے تزکیہ نفس کے لئے درود کو ورد زبان کرنا ہوگا۔

اللہ ہمیں اس بات کے سمجھنے اور ایسے اعمال کی توفیق دے جو اس کے ہاں مقبول ہوں۔

—— **** ——

حضرت امیرؒ کے نام ایک خط

ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب بہت یاد آتے ہیں۔

وہ ایک بے نظیر انسان تھے۔ بہت کام کے آدمی تھے۔ محنتی، مخلص، اور دیانت دار عالم لوگ اب تریب تریب ناپید ہوتے جا رہے ہیں اور قحط الرجال کا سا عالم ہے۔ ایسے لوگ ایک بہت بڑا خلا اپنے پیچھے چھوڑ جاتے ہیں خدا انہیں بلند مقامات سے نوازے۔ آمین!

"محمد صالح نور"

—— **** ——

☆ ☆ ☆

از قلم مکرم جناب نصیر احمد فاروقی صاحب لاہور

درسِ قرآن — سبق نمبر (۶۰)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا
وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا
وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ
قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖۤ اِخْوَانًا ج وَکُنْتُمْ عَلٰی شَفَا
حُفْرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَکُمْ مِّنْهَا کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ
لَکُمْ اٰیٰتِہٖ لَعَلَّکُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّۃٌ یَّدْعُوْنَ
اِلَی الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ
الْمُنْکَرِ وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

(اٰل عمران ۳ - آیات ۱۰۱ تا ۱۰۳)

ترجمہ:۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جیسا کہ اُسکے تقویٰ کا حق ہے اور تم نہ مرو سوائے اس حال کے کہ تم اللہ کے فرمانبردار ہو۔ اور سب کے سب اللہ کے رسّے کو مضبوط پکڑو اور تفرقہ نہ کرو۔ اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی تو تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی ہو گئے۔ اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تم کو اُس سے بچا لیا۔ اسی طرح اللہ تمہارے لئے اپنی باتیں کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔ اور چاہیئے کہ تم میں سے ایک جماعت ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونیوالے ہیں۔

یہ سورۃ آلِ عمران کے گیارھویں رکوع کی ابتدائی تین آیات ہیں۔ اس سے پہلے کے چند رکوعوں میں اہل کتاب کو بار، بار دعوت دی گئی ہے کہ چونکہ رسُول اللہ صلعم وہ موعود نبی ہیں جن کو ماننے کا تمام نبیوں نے اپنی اُمتوں سے عہد لیا تھا، اور آپ کا قبلہ یعنے خانہ کعبہ وہ خدا کا گھر ہے جو تمام نسلِ انسانی کے باپ حضرت آدمؑ نے بنایا تھا اور اس لئے مختلف قومیں اپنے، اپنے قبلے چھوڑ کر صرف اسی قبلہ پر اکٹھے ہو سکتے ہیں، اور اسی خدا کے گھر سے اُس آخری نبی نے پیدا ہونا تھا جس کے مبعوث ہونے کی دُعا حضرت ابراہیمؑ نے کی تھی جن کو تمام قومیں مانتی ہیں، تو وہ اسلام کو قبول کرلیں جو تمام قوموں کے نبیوں اور کتابوں کو منجانب اللہ مانتا ہے (اگرچہ وہ کتابیں ضائع ہو گئیں یا تحریف ہو کر بگڑ گئیں) اس لئے قرآن کریم میں تمام پچھلی کتابوں کی قائم رکھی جانے والی تعلیم کو اکٹھا کر کے محفوظ کر دیا گیا ہے۔ اور یہی وہ کتاب ہے اور رسول اللہ صلعم ہی وہ نبی ہیں جن پر تمام قومیں اکٹھی ہو کر وحدتِ نسل انسانی کی بنیاد رکھ سکتی ہیں۔ یہ تو تھا پچھلے رکوعوں کا مضمون۔ آج کے رکوع میں مسلمانوں کو فرمایا کہ اگر تم ہی اپنی وحدت کو قائم نہ رکھ سکے اور تم میں ہی پھوٹ پڑ گئی تو یہ وہ گناہ کبیرہ ہے اور سنگین جرم ہے جس کو اللہ تعالیٰ کبھی معاف نہ کریگا۔

اسی لئے پہلی آیت میں فرمایا "اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کا تقویٰ کرو جیسا کہ اُس کے تقویٰ کا حق ہے"۔ میں اس سے پہلے بتا آیا ہوں کہ قرآن حکیم میں جہاں صرف تقویٰ کا لفظ آئے تو اس کے معنی ہیں اپنے نفس کو گناہوں سے بچانا کیونکہ گناہوں سے ہی انسان دکھوں اور مصیبتوں میں پڑتا ہے جن سے بچنا تقویٰ کے ایک معنی ہیں مگر جہاں تقویٰ اللہ کے الفاظ آئیں تو اس کے معنے ہوتے ہیں اللہ کے محاسبہ سے اور اس کی سزا سے اپنے آپ کو بچانا کہ اس سے بڑھ کر کوئی سزا اور دُکھ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اتقو اللّٰہ یعنے اللہ کا تقویٰ کرو کے الفاظ اُن تمام احکام اور باتوں کے شروع میں آتے ہیں جن کا اللہ تعالےٰ خاص طور پر محاسبہ کریگا اور ان کی سزا خاص طور پر سخت ہوگی۔ یہاں الفاظ حق تقتہٖ خاص طور پر بڑھائے کہ جو اللہ کے تقویٰ کا حق ہے۔ یعنے اُس معاملہ میں جو اگلی آیت میں آتا ہے خاص طور پر تقویٰ اللہ کی ضرورت ہے اور پھر اور تاکید یُوں فرمائی:۔ "اور تم نہ مرو سوائے اس حال کے کہ تم اللہ کے فرمانبردار ہو"۔ چونکہ موت کا وقت کوئی مقرر اس رنگ میں نہیں کہ کسی انسان کو علم نہیں کہ کسی بچّہ جوان، بوڑھے پر کس وقت وہ آجائے گی۔ اس لئے فرمایا کہ اپنی زندگی کو ایسا بنا لو کہ تم ہر وقت اللہ تعالےٰ کے فرمانبردار ہو تاکہ اچانک موت آجائے تو تم پکڑے نہ جاؤ۔

اب وہ حکم آتا ہے جس کے لئے یہ سب کچھ بطور تمہید کے تھا واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعًا ولا تفرّقوا" اور تم سب کے سب اللہ کے رسّے کو مضبوط پکڑو اور آپس میں تفرقہ نہ کرو"۔ اللہ کا رسّہ کیا ہے اس کی تفسیر خود رسول اللہ صلعم نے فرما دی کہ وہ کتاب اللہ ہے۔ گویا قرآن حکیم بطور رسّہ کے ہے جو اللہ تعالےٰ نے آسمان سے پھینکا ہے تاکہ تم اسکو مضبوطی سے پکڑ کر زندگی کے راستہ میں جو تمام پھسل جانے کے خطرات ہوں ان میں بچ جاؤ۔ اور اس رسّہ کو پکڑ کر زمین سے آسمان پر چڑھ سکو یعنی زمینی زندگی سے آسمانی زندگی میں داخل ہو جاؤ۔ اور جس طرح رسّہ پر جن لوگوں کے ہاتھ ہوں وہ رسّہ کی وجہ سے متحد ہوتے ہیں اور بکھرنے نہیں پاتے تم کبھی بکھر نہ جاؤ۔ اسی لئے اگلا لفظ ہے ولا تفرقوا اور تفرقوں میں نہ پڑ جاؤ۔ لفظ حبل اللّٰہ لانے میں ایک اور حکمت بھی ہے کہ حبل کے معنی جہاں رسّہ کے ہیں وہاں عہد کے بھی ہیں۔ یعنے یہ اللہ تعالیٰ تم سے عہد لیتا ہے کہ تم قرآن کریم پر اکٹھے رہو اور تفرقہ بازی نہ کرنا۔

یہاں کوئی پوچھ سکتا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے تو فرمایا ہے کہ اختلاف امتی رحمۃ یعنے میری امت میں اختلاف رائے رحمت ہوگی مگر اس

کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ کسی مسئلہ پر اختلاف رائے اگر نیک نیتی سے ہو اور اس کا اظہار کیا جائے تو اس کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ اس معاملہ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی پڑ جاتی ہے اور انسان کو اس کی خوبی یا برائی کا فیصلہ کرنے میں مدد مل جاتی ہے۔ تو اختلاف رائے کا فیصلہ اگر نہ ہو سکے تو اس کا فیصلہ قرآن حکیم سے کر لو کہ اسی کو اپنا حُکم یا جج بنانے کا یہاں حکم ہے مگر اختلاف رائے پر فرقے بنا لینا یعنے علیحدہ جماعتیں جو ایک دوسرے کو نہ صرف گمراہ بلکہ کافر تک کہتے ہیں یہی وہ تفرقہ بازی ہے جس سے مسلمانوں کو سختی سے روکا گیا ہے مگر بدقسمتی سے مسلمانوں نے یہی کیا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اپنے اختلافات کا فیصلہ قرآن حکیم سے کرنے کی بجائے اپنی یا اپنے سے پہلوں کی رائے پر کیا اور اس پر اڑ کر خانہ جنگی مستقل طور پر پیدا کر دی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے یاد دلایا ہے کہ اسلام کے آنے سے پہلے اہل عرب کی کیا بُری حالت تھی۔ فرمایا " اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے پھر اُس نے تمہارے دلوں میں اُلفت ڈال دی تو تم اس کی نعمت سے بھائی، بھائی ہو گئے۔ اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے تو اللہ نے تم کو اس سے بچا لیا۔ اسی طرح اللہ تمہارے لئے اپنی باتیں کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ"۔ اسلام سے پہلے اہلِ عرب کی صدیوں پرانی آپس میں بات بات پر لڑنے اور مرنے مارنے کی عادت مشہور عام ہے۔ اس لئے مجھے اس کی تفصیل دینے کی ضرورت نہیں صرف ایک انگریز مصنف کا فقرہ سناتا ہوں۔ کتاب INS AND OUTS OF MESOPOTAMIA میں وہ لکھتا ہے " عربوں سے بڑھ کر کوئی پھوٹ اور تفرقہ کی شکار قوم کا اندازہ لگانا مشکل ہے یہاں تک کہ اچانک معجزہ ہوا"۔ وہ معجزہ رسول اللہ صلعم کا ظہور اور قرآن کا نزول تھا کہ اس مقدس کتاب نے صدیوں پرانے خونخوار دشمنوں کو ۲۰ سال کے قلیل عرصہ میں ایسا بھائی بھائی بنا دیا کہ اس کی مثال بھی تاریخِ انسانی میں نہیں ملتی۔ جب مہاجرین مکہ سے مدینہ آئے تو انصار نے اپنے گھروں، اپنی جائیدادوں اپنے مال و دولت میں انہیں برابر حصہ دینا چاہا اگرچہ انہوں نے انکار کر دیا۔ یہ حیرت انگیز انقلاب صرف ایک دو سال کے مسلمان ہونے کے اندر اندر میں پیدا ہو گیا۔ جن لوگوں کو خانہ جنگیوں میں بھیڑیوں کی طرح خونخوار لڑنے مرنے والوں کا تجربہ ہے وہ جانتے ہیں کہ یہ انقلاب واقعی معجزہ تھا۔ تو قرآن کریم نے اگر یہ انقلاب عظیم پہلے پیدا کیا تھا تو وہ ہمیشہ کر سکتا ہے۔ ضرورت صرف اتنی ہے کہ ہم قرآن کو اپنا ہادی بنائیں اور اس کے احکام پر پورا عمل کریں اور آپس کے اختلافات کا قرآن حکیم سے فیصلہ کریں نہ کہ اپنی رائے اور اپنی ضد سے یا پہلے انسانوں کی رائے سے جو کہ فقہ کے مسائل میں پھوٹ کا باعث ہوئی۔

تو قرآن کریم نے جہاں فرقہ بازی سے سختی سے منع کیا وہاں صرف ایک جماعت بنانے کی اجازت دی جیسا کہ اگلی آیت میں فرمایا: " اور چاہیئے کہ تم میں سے ایک گروہ ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں"۔ یہاں بھلائی کے لفظ خیر آیا ہے جس کے معنی اسلام لئے گئے ہیں کہ اس سے بڑھ کر بھلائی کوئی نہیں بلکہ وہ تمام بھلائیوں کا سرچشمہ ہے۔ تو یہاں اشاعتِ اسلام کے لئے نہ صرف ایک جماعت بنانے کی اجازت دی ہے بلکہ حکم دیا ہے۔ لفظ خیر کو قرآن حکیم نے اپنے لئے بھی استعمال فرمایا ہے جیسا کہ سورۃ بقرۃ کی آیت ۱۰۵ میں فرمایا مایودّ الذین کفروا من اھل الکتٰب ولا المشرکین ان ینزل علیکم من خیر من ربکم " اہل کتاب میں سے جو کافر ہیں پسند نہیں کرتے اور نہ ہی مشرک کہ تمہارے رب کی طرف سے تم پر خیر نازل ہوا"۔ جس کے معنے قرآن پاک ہی ہیں۔ تو اس لئے آج کی آیت میں جہاں لفظ خیر لا کر اسلام کی طرف بلانے کے لئے جماعت بنانے کا حکم دیا وہاں اس لفظ میں یہ بھی اشارہ ہے کہ اشاعت اسلام کے لئے بہترین طریقہ قرآن کریم کی اشاعت ہے جس کے ترجمے کرنے اور دنیا میں پھیلانے کی آج اشد ضرورت ہے کہ دنیا اس روحانی پانی کے بغیر مر رہی ہے۔

اسی لئے مجدد زماں حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے اشاعتِ اسلام کے لئے جماعتِ احمدیہ کی بنیاد ڈالی اور اشاعتِ قرآن اس کا کام بتایا۔ اشاعتِ اسلام کے علاوہ قرآن حکیم نے ایسی جماعت کے دو اور کام بتائے۔ " اچھے کاموں کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے روکیں"۔ یہ اصلاح کا کام خود مسلمانوں کے اندر ہر وقت ضروری ہے۔ ویسے جو غیر مسلم مسلمان ہوں ان کو بھی اسلام سکھانا جو کہ اچھے کاموں کا حکم دیتا ہے اور بُرے کاموں سے روکتا ہے اس کے معنی ہیں۔ اس حکم الٰہی کو کہ ایسی جماعت مسلمانوں کے اندر ہو مسلمان قوم بھول لے ہوئی تھی۔ مجدد زماں نے آن کر اس کمی کو پورا کیا اور اس سے بڑھ کر کوئی اعلےٰ کام نہیں ہو سکتا جو کہ پہلے نبی کیا کرتے تھے مگر چونکہ رسول اللہ صلعم خاتم النبیین ہیں اور آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اس لئے یہ کام آپؐ کی امت کے سپرد کیا گیا۔ یہ بھی خاتم النبیین صلعم کا کتنا بڑا احسان ہے کہ اپنی امت کے لئے ممکن کر دیا کہ وہ، وہ کام کرے جس کے کرنے کے لئے پہلے انبیاء مبعوث ہوتے تھے۔ اسی بات کو حضرت مجدد زماں نے رسول اللہ صلعم کو مخاطب کرتے ہوئے یوں ایک شعر میں لکھا ہے۔ ؎

ہم ہوئے خیر اُمم تجھ سے ہی اے خیر رُسلؐ
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

— *** —

ہست فرقاں آفتابِ علم و دیں + تا برندت از گماں سوئے یقیں
قرآن مجید علم اور دین کا سورج ہے تاکہ تجھے شک سے یقین کی طرف لے جائے

ہست فرقاں از خدا حبل المتیں + تا کشندت سوئے رب العالمیں
قرآن خدا کی طرف سے ایک مضبوط رسّی ہے تاکہ تجھے رب العالمین کی طرف کھینچ کر لے جائے

(دُرّثمین)

جماعت کے لئے چند گراں قدر اور قابل عمل نصائح

حضرت اقدس فرماتے ہیں :-

"اگر بیعت توبہ پر قائم رہو گے تو خدا تم کو ہر ایک بلا سے بچائے گا۔

قرآن بہت پڑھو نمازیں ادا کرو۔ عورتوں کو سمجھاؤ اور بچوں کو نصیحت کرو۔

جب آدمی توبہ کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کے پہلے گناہ بخش دیتا ہے۔ قرآن میں یہ اس کا وعدہ ہے۔ ہر طرح کے دُکھ انسان کو دنیا میں ملتے ہیں مگر جب خدا کا فضل ہوتا ہے تو ان سب بلاؤں سے انسان بچتا ہے اس لئے اگر تم لوگ اپنے وعدہ کے موافق اس پر قائم رہو گے تو وہ تم کو ہر ایک بلا سے بچائے گا۔ نمازیں پکے رہو جو مسلمان ہو کر نماز ادا نہیں کرتا وہ بے ایمان ہے۔ بتاؤ ایک منٹ ہیں اور اس میں کیا فرق ہے۔ زمینداروں کا دستور ہے کہ ذرا ذرا سے عذر پر نماز چھوڑ دیتے ہیں۔ کپڑوں کے میلا ہونے کا بہانہ کر دیتے ہیں لیکن اصل بات یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس اور کپڑے نہ ہوں تو اسی میں نماز پڑھ لیں جب دوسرا کپڑا مل جائے تو اس کو بدل دے اسی طرح اگر غسل کرنے کی ضرورت ہو اور بیمار ہو تو تیمم کرے۔ خدا نے ہر قسم کی آسانی کر دی ہے تاکہ قیامت میں کوئی عذر نہ ہو۔

اب ہم مسلمانوں کو دیکھتے ہیں کہ شطرنج گنجفہ وغیرہ بے ہودہ باتوں میں وقت گذارتے ہیں ان کو یہ خیال تک نہیں آتا کہ اگر ہم ایک گھنٹہ نمازیں گذاریں گے تو کیا حرج ہوگا۔ سچے آدمی کو خدا مصیبت سے بچا لیتا ہے اگر پتھر بھی برسیں تو بھی اُسے ضرور بچائے گا۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو سچے اور جھوٹے میں کیا فرق ہو سکتا ہے لیکن یاد رکھو صرف ٹکریں مارنے سے خدا راضی نہیں ہوتا۔ کیا دنیا میں کیا دین میں جب تک پوری بات نہ ہو فائدہ نہیں ہوا کرتا۔ جیسے میں نے کئی بار بیان کیا ہے کہ روٹی اور پانی سیر ہو کر نہ کھائے پیئے تو وہ کیسے بچ سکتا ہے۔ عذاب الٰہی سے بچنے کے لئے فقط زبانی اقرار ہی کافی نہیں اور نہ ادھوری نمازیں کافی ہو سکتی ہیں بھلا ایک شخص جس کو پیاس شدت کی لگی ہوئی ہو کیا ایک قطرہ پانی سے وہ اپنی پیاس بجھا سکتا ہے کبھی نہیں۔ اسی طرح ہر کوئی شخص ادھوری اور ناقص نمازوں سے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے غضب سے نہیں بچا سکتا پس اپنی نمازوں کو درست کرو۔ ہر قسم کی شکایت۔ گلہ۔ غیبت جھوٹ۔ افترا۔ بدنظری وغیرہ سے اپنے تئیں بچائے رکھو۔

جو بات طاقت سے باہر ہے وہ تو خدا معاف کر دے گا مگر جو بات طاقت کے اندر ہے اس سے مواخذہ ہوگا۔

جب انسان نیک بنتا ہے تو اس کے دائیں بائیں آگے پیچھے خدا کی رحمت کے فرشتے ہوتے ہیں۔ سچا مومن وہی کہلاتا ہے اور اس کی برکت اس کے گھر اور اس کے شہر میں موجود ہوتی ہے۔ جو خدا تعالیٰ کو ناراض کرتا ہے وہ نجاست کھاتا ہے اگر انسان بدی کو خدا کے خوف سے چھوڑ دے تو خدا اس کی جگہ نیک بدلا اسے دیتا ہے، مثلاً ایک چور اگر چوری کرتا ہے وہ چوری کو چھوڑ دے تو خدا اس کی وجہ معاش حلال طور سے کر دیگا۔ اسی طرح زمینداروں میں پانی وغیرہ چرانے کا دستور ہوتا ہے۔ اگر وہ چھوڑ دیں تو خدا ان کی کھیتی میں دوسری طرف سے برکت دیگا۔ ایک نیک متقی زمیندار کے واسطے خدا تعالیٰ بادل کا ٹکڑا بھیج دیا کرتا ہے اور اس کے طفیل دوسرے کھیت بھی سیراب ہو جاتے ہیں۔

خدا کو چھوڑ کر بدی اور گند میں رہنا خدا کی نافرمانی ہی نہیں بلکہ اس میں خدا تعالیٰ پر ایمان میں بھی شک ہوتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ چور جب چوری کرتا ہے تو ایمان اس میں نہیں ہوتا اور زانی جب زنا کرتا ہے تو ایمان اس میں نہیں ہوتا۔

یاد رکھو کہ وسوسے جو بلا ارادہ دل میں پیدا ہوتے ہیں ان پر مواخذہ نہیں جب پکی نیت انسان کسی کام کی کرے تو اللہ تعالیٰ مواخذہ کرتا ہے۔ اچھا آدمی وہی ہے جو دل کو ان باتوں سے ہٹا دے۔ ہر ایک عضو کے گناہوں سے بچے۔ ہاتھ سے کوئی بدی کا کام نہ کرے۔ کان سے کوئی بری بات۔ چغلی۔ غیبت گلہ وغیرہ نہ سنے۔ آنکھ سے محرمات پر نظر نہ ڈالے۔ پاؤں سے کسی گناہ کی جگہ چل کر نہ جاوے۔

بار بار میں کہتا ہوں کہ تم لوگ طاعون سے بے خوف نہ ہو۔ اور یہ نہ سمجھو کہ اب اس کا دورہ ختم ہو گیا ہے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم کو کیوں نہیں آتی اور وہ بدی پر مصر ہیں ان کو وہ ضرور پکڑے گی۔ اس کا دستور ہے کہ اوّل دُور دُور رہتی ہے اب دیکھو مکہ میں قحط بھی پڑا۔ وبا بھی آئی۔ لیکن ابوجہل کا بال بھی بیکا نہ ہوا۔ حالانکہ وہ آنحضرت صلعم کا سخت دشمن تھا۔ چودہ برس تک اسکو خدا تعالیٰ نے اس طرح رکھا کہ سر درد تک نہ ہوا۔ آخر وہاں ہی قتل ہوا جہاں پیغمبر خدا نے اس کا نشان بنایا تھا۔ اس دنیا میں خدا تعالیٰ سب کام پردے میں کرتا ہے۔ اگر وہ قہری تجلی ایک دن دکھلا دے تو سب ہندو وغیرہ مسلمان ہو جاویں تم میں سے کوئی تکبر اور غرور سے یہ نہ کہے کہ مجھے طاعون نہیں آئی خدا تعالیٰ شریروں کو اس لئے مہلت دیتا ہے کہ شاید باز آجائیں اور ہدایت ہو۔

جو لوگ یہ کہہ بیٹھتے ہیں کہ اگر خدا ہے تو ہم کو ہمارے گناہوں کے بدلے کیوں عذاب نہیں دیتا اور نہیں پکڑتا۔ وہ دلیری کرتے ہیں اور نہیں جانتے کہ خدا تعالیٰ کے کام آہستہ اور پوشیدہ ہوتے ہیں اگر وہ قہری تجلی کرے تو ایک لحظہ میں تباہ کر دے دنیا میں سارے کام تدریجی ہوتے ہیں اگر ایک شخص گڑ یا ریوڑیاں تقسیم کرے تو ایکدم سب کو نہیں دے دیتا بلکہ ایک ایک کر کے دیتا ہے ایسا ہی خدا تعالیٰ کا حال ہے۔ پہلے وہ دُور دُور بلائیں بھیجتا ہے تاکہ بعض سعید الفطرت لوگوں کو جو شامت اعمال میں گرفتار ہو گئے ہیں توبہ و استغفار کا موقع ملے وہ بچ جاتے ہیں اور شریر پکڑے جاتے ہیں۔ ۔ ۔ کوئی عمل اور بات ایسی نہ کرو جس سے خدا تعالیٰ ناراض ہو۔ اگر ایسا کرو گے تو خدا تعالیٰ ناراض ہوگا۔ اگر ایسا کرو گے تو خدا تعالیٰ تم میں اور دوسروں میں فرق کر کے دکھلا دے گا۔"

(۹ مارچ ۱۹۰۳ء تقریر، ملفوظات جلد پنجم)

— ✱ ✱ ✱ —

از جناب ماسٹر محمد عبد اللہ صاحب، (امریکہ)

مَوتُ العَالِمِ مَوتُ العَالَم

محترم ڈاکٹر نظیر الاسلام کی اچانک وفات حسرت آیات کی خبر ہم سب کے لئے شدید ترین صدمہ کا موجب ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ گذشتہ سال کے دوران میں ہماری جماعت کے دو عالموں کا یکے بعد دیگرے اس دار فانی سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو جانے کے باعث جماعت کے اندر جو خلا پیدا ہوا ہے اس کا پُر ہونا بظاہر ناممکن معلوم ہوتا ہے لیکن لاتقنطوا من رحمۃ اللہ آیت کے تسلی آمیز الفاظ کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمیں خدا کی رحمت سے مایوس بھی نہیں ہونا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ مرحومین کی روحوں کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقامات عطا فرمائے اور جماعت کو ان کا نعم البدل عنایت کرے۔

ڈاکٹر صاحب مرحوم و مغفور سے خاکسار کا پہلی بار تعارف ۱۹۷۰ء میں دارالسلام کی مسجد میں ہوا تھا لیکن یہ ملاقات نہایت مختصر اور سلام علیک تک محدود تھی۔ دوسری بار ۱۹۷۹ء میں ہوئی جبکہ خاکسار امام نوردین کے ساتھ لاہور پہنچا۔ ان ایام میں میری مصروفیت قرآنک ریڈر تسہیل القرآن کی کتابت کے لئے تھی۔ ڈاکٹر صاحب کی علمی قابلیت کا خاکسار کو کافی تجربہ ہو چکا تھا اس لئے خاکسار اس کتاب کی پروف ریڈنگ کے لئے ڈاکٹر صاحب کی طرف متوجہ ہوا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے جو بے لوث خدمات اس کتابچہ کی اصلاح اور پروف ریڈنگ کے لئے کیں اس سے آپ کی قابلیت اور اخلاص کا سکہ میرے دل پر بیٹھ گیا۔

تیسری بار ڈاکٹر صاحب کو ملنے کا موقعہ ۱۹۸۲ء میں لندن کی نئی عمارت کے افتتاحی جلسہ کے موقعہ پر ملا۔ ہمارے قیام کے لئے منتظمین جلسہ نے ایک کمرہ مخصوص کر دیا تھا اسی کمرے میں میرے ساتھی اور ہم سفر جعفر حسین صاحب اور امریکن نو مسلم یوسف کریم محمد صاحب بھی تھے۔ ہمارا اٹھنا۔ بیٹھنا۔ کھانا پینا۔ باہر سیر کے لئے جانا متواتر چار دن ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہم چاروں افراد ایک ہی فیملی کے ممبر ہیں۔ اسی ماحول میں ڈاکٹر صاحب مرحوم کے لطائف و ظرائف اور علمی نکات سے ہم اسقدر محظوظ اور متاثر ہوتے تھے کہ نیند کا غلبہ ہم پر اثر نہیں کرتا تھا۔ اور سلسلہ کلام رات کو کافی دیر تک جاری رہتا تھا۔

اس موقعہ پر میں تسہیل القرآن کے چند نسخے جو پہلے جوہری رواتگی لندن سے چند روز پیشتر نے مجھے بھیج دیئے تھے ان میں سے ایک نسخہ قبلہ ڈاکٹر صاحب کو پیش کیا۔ کتاب کو دیکھ کر بہت محظوظ ہوئے۔ اور جب گذشتہ سال ان کو بیرونی ممالک سے آنے والے طلباء کو عربی پڑھانے کے لئے انجمن نے مقرر کیا۔ تو انہوں نے حضرت امیر ایدہ اللہ سے تسہیل القرآن منگوانے کی فرمائش کی۔ چنانچہ حضرت امیر ایدہ اللہ کے آرڈر پر خاکسار نے اس کتاب کے چند نسخے بذریعہ ہوائی ڈاک انجمن کو بھجوا دیئے۔

اس بار بھی خاکسار کو دارالسلام کے مہمان خانہ پر ٹھہرنے کا طویل موقعہ ملا۔ ڈاکٹر صاحب اکثر اوقات خاکسار کے کمرے میں تشریف لاتے۔ اپنے مکان پر چائے کیلئے بھی بلایا کرتے۔ کئی ایک موقعوں پر امام نورالدین بھی ساتھ ہوتے۔ امام نوردین صاحب کی اسلامی معلومات بڑھاتے تھے۔ امام نوردین کو بھی ڈاکٹر صاحب کی وفات کا نہایت صدمہ ہوا۔ قلم میں روانی نہیں ہے ڈاکٹر صاحب موصوف کے اوصاف حمیدہ کا کہاں تک ذکر کروں اللہ تعالیٰ ان کے اعزا و اقربا کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

جلسہ میلاد النبی صلعم

جلسہ میلاد النبی صلعم حسب سابق سال سابق زیر اہتمام احمدیہ انجمن اشاعت اسلام شاخ لاہور ۱۲ ربیع الاوّل نیو ورک کیلی فورنیا کے کمیونٹی ہال میں منایا گیا۔ جلسہ کی صدارت کی خدمات محترم مسعود اختر صاحب بی۔ اے ایل ایل بی نے ادا فرمائیں اور ہر ایک مقرر کی تقریر پر مناسب طور پر تنقید فرماتے رہے۔ صدر انجمن ظفر اقبال عبد اللہ نے مناسب الفاظ میں مہمانوں کا خیر مقدم کیا اور نئے مہمانوں کا تعارف کرایا۔ امام بشیر سلام کی تلاوت سورۃ فاتحہ کے بعد امام نوردین نے خوش الحانی سے قرآن مجید کی ایک سورۃ کی تلاوت کی۔

پروگرام جلسہ کے مطابق پروفیسر وحی نے آنحضرت صلعم کی قبل از دعوائے نبوت کے حالات زندگی اپنے مخصوص انداز میں بیان فرمائے۔ پروفیسر صاحب کرد ہیں اور امریکہ میں ایک کالج میں تعلیم دیتے ہیں۔ ڈاکٹر محمد اقبال رجب علی جن کا ذکر آگے آئیگا نے اسلام میں عورت کی پوزیشن پر پُر از معلومات اور مؤثر تقریر کی۔ خاکسار کی تقریر کا عنوان "آنحضرت صلعم کا خدا پر ایمان" تھا۔ حضور سرور کائنات کی مشکلات اور مصائب کا ذکر کرتے ہوئے ثابت کیا کہ ان حالات میں حضور کا ایمان اور بھروسہ سوائے خدا کے اور کسی چیز پر نہیں تھا۔

جلسہ کے اختتام پر حاضرین کی تواضع عشائیہ سے کی گئی جسکو حسب ذیل خواتین اپنے اپنے گھروں سے تیار کر کے لائی تھیں بیگم قدسیہ مسعود اختر۔ بیگم ذکیہ ظفر اقبال عبد اللہ۔ بیگم شاہین عبد الستار۔ بیگم شمیم بشیر محمد کے علاوہ چند خواتین اپنے گھروں سے سلاد۔ حلوہ وغیرہ تیار کر کے لائی تھیں۔ کھانے کے بعد یہ مجلس شام کے پانچ بجے ختم ہوئی۔

تعزیتی خط و تار

جناب محمد صادق بٹ صوفی پورہ (کشمیر) سے لکھتے ہیں:۔

۱۰ فروری ۸۴ء بروز جمعہ اخبار پیغام صلح ملا۔ آہ جناب محترم ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ تمام جماعت کو ڈاکٹر صاحب کی وفات سے سخت صدمہ ہوا۔ تمام جماعت صوفی پورہ جناب ڈاکٹر صاحب کے پسماندگان و اہل و عیال کے اس دکھ میں برابر شریک ہیں ہم نے جامع مسجد میں نماز جنازہ غائبانہ ادا کی اور دعا کی۔ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔

* جناب کرامت بچن جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نیدرلینڈ نے بذریعہ تار لکھا ہے:۔

پروفیسر ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب کی وفات سے سخت دلی صدمہ ہوا جو ناقابل بیان ہے۔ ان کی وفات ایک عظیم قومی نقصان ہے سوائے انا للہ وانا الیہ راجعون اور کیا کہہ سکتے ہیں اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

احادیث الرسولؐ

حلم اور بُردباری رافت اور نرمی

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ اللّٰهَ رَفِيْقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ وَيُعْطِي عَلَى الرِّفْقِ مَا لَا يُعْطِي عَلَى الْعُنْفِ وَمَا لَا يُعْطِي عَلٰى مَا سِوَاهُ۔"

(مسلم کتاب البرّ والصلۃ باب فضل الرفق ص ۱۸۹/۲-۲)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی علیہ وسلّم نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ نرمی کرنے والا ہے۔ نرمی کو پسند کرتا ہے۔ نرمی کا جتنا اجر دیتا ہے۔ اتنا سخت گیری کا نہیں دیتا، بلکہ کسی اور نیکی کا بھی اتنا اجر نہیں دیتا۔

(۲)

عَنْ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِمَنْ يَحْرُمُ عَلَى النَّارِ اَوْ بِمَنْ تَحْرُمُ عَلَيْهِ النَّارُ؟ تَحْرُمُ عَلٰى كُلِّ قَرِيْبٍ هَيِّنٍ لَيِّنٍ سَهْلٍ۔"

(ترمذی صفۃ القیٰمۃ ص ۲/۲)

حضرت ابن مسعودرضؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم کو بتاؤں کہ آگ کس پر حرام ہے؟ وہ حرام ہے ہر اس شخص پر جو لوگوں کے قریب رہتا ہے یعنی نفرت نہیں کرتا۔ ان سے نرم سلوک کرتا ہے۔ ان کے لیے آسانی مہیا کرتا ہے اور سہولت پسند ہے:

(۳)

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَامَ اَعْرَابِيٌّ فَبَالَ فِي الْمَسْجِدِ فَتَنَاوَلَهُ النَّاسُ فَقَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "دَعُوْهُ وَهَرِيْقُوْا عَلٰى بَوْلِهٖ سَجْلًا مِّنْ مَّاءٍ اَوْ ذَنُوْبًا مِّنْ مَّاءٍ فَاِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِيْنَ وَلَمْ تُبْعَثُوْا مُعَسِّرِيْنَ۔"

(بخاری کتاب الوضوء باب صب الماء علی البول فی المسجد ص ۳۵/۱)

حضرت ابوہریرہ رضؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے مسجد میں پیشاب کر دیا۔ لوگ کھڑے ہوگئے کہ اس پر ٹوٹ پڑیں اور پکڑ لیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا اسے چھوڑ دو اور پانی کا ایک ڈول بہا دو (تاکہ پیشاب کا اثر زائل ہوجائے) کیونکہ تمہیں آسانی پیدا کرنے والے بناکر بھیجا گیا ہے۔ تنگی کرنے والے اور سختی سے پیش کرنے والے بناکر نہیں بھیجا گیا :.

صالح نور

سوچنا جو چاہیئے تھا وہ کبھی سوچا نہ تھا

روشنی اور اس قدر دھوکا، کبھی سوچا نہ تھا
چاند پتھر کا بنا ہوگا، کبھی سوچا نہ تھا

* *

اور سب کچھ سوچ کر رَختِ سفر باندھا گیا
راہنما ہی راہزن ہوگا، کبھی سوچا نہ تھا

* *

ہم کو لازم تھا کہ اپنے سے نکل کر دیکھتے!
سوچنا جو چاہیئے تھا وہ کبھی سوچا نہ تھا

* *

ہم نے دُنیا کا تقابل اپنی فطرت سے کیا
پھُول بے خوشبو بھی ہوگا یہ کبھی سوچا نہ تھا

* *

راہِ اُلفت میں مرے محبُوب اتنی سختیاں
ناخدا ہوکر جُدا ہوگا، کبھی سوچا نہ تھا

* *

نامہ بر، جاکر مرے ساجن کو یہ پیغام دے
تُو بھی ہو جائے گا غیروں کا، کبھی سوچا نہ تھا

* *

راستے کی مُشکلیں کیا ہیں اگر منزل ملے
منزلوں پر غیر قابض ہوں، کبھی سوچا نہ تھا

* *

ہم نے سوچا تھا ستاروں سے کریں راز و نیاز
وہ بھی ٹوٹیں گے کہیں پر یہ کبھی سوچا نہ تھا

* *

بجلیاں چمکیں تو اَوروں کے محل روشن کریں
وہ گریں گی خاک ساروں پر، کبھی سوچا نہ تھا

* *

اب یہ سوچا ہے کہ عادت سوچنے کی چھوڑ دیں
سوچنے پر حال یہ ہوگا، کبھی سوچا نہ تھا

* *

جالینوس کے قلم سے۔

"علم" خدا کا نور اور اس کی ایک نعمت ہے

* حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ایک شعر ہے۔

وانّ العلم نورٌ من الٰہٖ
ونور اللّٰہ لا یعطیٰ لعاصی

"علم خداتعالےٰ کا ایک نور ہے اور یہ نور الٰہی خداتعالےٰ کے نافرمانوں کو عطا نہیں کیا جاتا۔"

* جس طرح جہالت کو ہم اندھیرے سے تعبیر کرسکتے ہیں ایسے ہی علم ایک روشنی ہے جو نہ صرف انسان کے قلب و نظر کو روشن کردیتی ہے بلکہ وہ روشنی صحیح اور سیدھے راستہ کی طرف راہنمائی بھی کرتی ہے اور علم سے بہت سی نامعلوم راہیں کھلتی اور روشن ہو جاتی ہیں۔ اور بہت سے عُقدے حل ہونے اور بہت سے بند دروازے کھل جاتے ہیں۔

* جو لوگ اپنے حلقہ میں دو چار کتابیں پڑھ کر علامہ کہلانے کا شوق رکھتے ہیں وہ اگر باہر نکل کر دیکھیں تو انہیں معلوم ہو کہ علم کس قدر بڑا بحر ذخار ہے اور جس کا کوئی انتہا نہیں ہے۔ مجھے دو مرتبہ اپنی کم علمی کا احساس بہت شدت سے ہوا ہے ایک مرتبہ جب مجھے پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ اسلامیات اور مذہبیات میں جانے کا موقع ملا اس وقت کھلا کہ ہم تو ابھی مبتدی بھی کہلانے کا حق نہیں رکھتے۔ دوسری مرتبہ جب میں نے بیروت میں بہت سے کتب خانے اور لائبریریاں علم کے خزانے سے بھرپور دیکھیں تو محسوس ہوا کہ خداتعالیٰ کا یہ قول کس قدر درست ہے کہ:۔

"اگر سمندر میرے رب کے کلمات کو لکھنے کے لئے سیاہی بن جائیں تو سمندر ختم ہوجائیں گے پہلے اس کے کہ کلمات الٰہی ختم ہوں اور خواہ اتنی سیاہی ہم اور بھی لے آئیں۔" (الکہف)

اور دوسرے مقام پر فرمایا:۔

"اور اگر تمام عالم کے درخت کی قلمیں بن جائیں اور سمندر سات گنا ہو کر سیاہی بن جائیں تو خداتعالےٰ کے علوم ختم نہیں ہوسکتے۔"

* مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں ہے کہ ہمارے ملک کا یہ المیہ ہے کہ ہمیں درس علم اور آگہی دینے والوں کے دامن علم سے یکسر خالی ہیں۔ اور اس قلّت علم سے نسلیں متاثر ہوتی ہیں۔ جس کا دامن خود خالی ہوگا وہ آئندہ نسل کو کیا دے گا اور پھر افسوسناک امر یہ بھی ہے کہ علوم دینی، علوم آسمانی و ارضی کیلئے مناسب انتظام محض اس لئے بھی نہیں کیا جاسکتا کہ اختلافات کی خلیجیں حائل ہیں اور وہ اس اجتماعی نظم و نسق کی راہ میں سدّ راہ ہیں۔ اب اگر ہم دنیا سے پیچھے رہ جائیں تو اس میں ہمارا اپنا قصور ہے۔

* علم تو ایک ایسا سمندر ہے کہ انسان پیدائش سے لے کر موت تک حاصل کرتا رہے تو بھی کم پڑ جاتی ہے تاہم اللہ تعالےٰ نے علم کے لئے کوشاں رہنے اور ساتھ کے ساتھ خداتعالےٰ سے استقامت کا حکم دیا ہے کہ دعا کرتے رہا کرو "رب زدنی علماً" "اے میرے مولا مجھے زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما"۔ ایسے ہی حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے کہ مہد سے لحد تک علم کی تلاش جاری رکھو اور اگر سفر کی صعوبتیں بھی برداشت کرنا پڑیں تو حصول علم کے لئے کرو کہ یہ خدا کی ایک نعمت ہے اور نعمت کا حصول ایک ایمان والے کا فرض ہے۔

* کوئی بھی عمل اگر بغیر علم کے کیا جائے گا تو وہ ثمرات حسنہ پیدا نہیں کرسکتا خداتعالےٰ نے اسے اس سراب سے تشبیہہ دی ہے جو دور سے پیاسے کو پانی لگتا ہے مگر قریب جانے پر معلوم ہوتا ہے کہ کچھ بھی نہیں تھا۔

* اوامر الٰہی کے بارے میں یہ بات واضح ہے کہ خداتعالیٰ کا کوئی حکم بھی مقصد کے بغیر نہیں ہے مگر بعض مقامات پر اگر اوامر الٰہی سمجھ میں نہ آئیں تو عمل کرنا فرض قرار دیا گیا ہے۔ اور زیادہ چھان بین انسان کے عمل کو متاثر کرتی ہے۔ اس کی دو تین مثالیں قرآن کریم میں دی گئی ہیں۔

* حضرت آدم علیہ السلام کا واقعہ: خداتعالےٰ کا حکم تھا کہ:۔

"اے آدم تو اور تیری بیوی جنت میں رہو اور خوب دل بھر کر کھاؤ پیو۔ مگر اس درخت کے قریب نہ جانا۔" (البقرۃ)

مگر آدم اور حوّا نے اس امرِ الٰہی میں تجسس اور تحقیق کے لئے شیطان کے کہنے میں آکر اس کی حقیقت معلوم کرنی چاہی اس کا ذکر اللہ تعالےٰ نے یوں فرمایا ہے:۔

"شیطان نے کہا کہ تمہارے رب نے صرف اس لئے منع کیا ہے کہ تم فرشتے نہ بن جاؤ یا ہمیشہ کی زندگی نہ پاؤ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پس اس نے ان کو گمراہ کیا۔ پس جب انہوں نے اس درخت سے چکھ لیا تو ان کے عیوب اُن پر ظاہر ہو گئے۔" (الاعراف)

* حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے احیاء موتیٰ کی حقیقت جاننا چاہی جو ایک امر ربی ہے۔ اور خدا کے حکم سے ہی مردے زندہ کئے جائیں گے۔ اس کا علم صرف خدا کی ذات کو ہے کہ کب اور کیسے وہ احیاء موتیٰ کرے گا اس کا ذکر یوں آتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے عرض کی کہ:۔

"اے میرے رب! میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ تو مُردوں کو کیسے

زندہ کریگا۔ تو اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ کیا تیرا اس بات پر ایمان نہیں ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ ایمان تو ہے بس صرف اپنے اطمینانِ قلب کے لئے مشاہدہ کرنا چاہتا ہوں۔" (البقرہ - ۲۶۰)

• حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ

خدا تعالےٰ ایک غیر مرئی ہستی ہے جو اس ظاہری آنکھ سے دیکھی نہیں جا سکتی جن لوگوں کو خدا تعالےٰ باطن کی آنکھ اور روحانی بصیرت عطا فرماتا ہے وہی اسے دیکھ سکتے ہیں۔ اس کا ذکر یوں آیا ہے۔

"اور جب موسیٰ ہمارے وعدہ کے مطابق آیا اور اس نے اپنے رب سے کلام کیا تو اس نے کہا کہ اے میرے رب مجھے نظر آ۔ میں تجھ کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ تو خدا نے کہا کہ تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا۔ ذرا تو پہاڑ کی طرف نظر کر اگر وہ اپنی جگہ پر قائم رہا تو شاید تو مجھے دیکھ لے گا۔ پھر جب خدا نے پہاڑ پر جلوہ دکھایا تو اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور موسیٰ بیہوش ہو گئے اور جب افاقہ ہوا تو آپ نے فرمایا تو پاک ہے میں توبہ کرتا ہوں۔" (الاعراف ۱۴۳)

• ایسے اوامرِ الٰہی جن کا راز صرف خدا تعالےٰ ہی کو معلوم ہے یا جو ہماری محدود عقل میں نہیں آسکتے ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔

"اور ان باتوں کی چھان بین نہ کرو جن کا تجھ کو پورا علم نہیں ہے یقیناً کان۔ آنکھ اور دل سب خدا کے حضور جوابدہ ہونگے۔" (بنی اسرائیل ۳۶)

مثلاً اطاعتِ والدین کو اللہ تعالےٰ نے عبادتِ الٰہی کے بعد بیان فرمایا ہے کہ:۔

"نہ عبادت کرو سوائے اس کی۔ اور والدین سے احسان سے پیش آؤ۔" (بنی اسرائیل)

مگر دوسری جگہ فرمایا ہے:۔

"اگر وہ کوشش کریں کہ تو میرے ساتھ شریک ٹھہرا جس کا تیرے پاس علم نہیں ہے تو ان کی اطاعت نہ کر اور صرف دنیاوی امور میں حسنِ سلوک روا رکھو۔" (لقمان ۱۵)

• علم خدا کے فضلوں میں سے ایک بہت بڑا فضل ہے اور علم والوں کی بہت بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ بلند درجات یا ایمان والوں کو حاصل ہوتے ہیں یا علم والوں کو۔ فرمایا:

"بلند درجات عطا فرماتا ہے اللہ تعالےٰ تم میں سے ان کو جو ایمان لاتے ہیں اور ان کو بھی بڑے درجات عطا فرماتا ہے جو علم کی دولت سے مالا مال ہوتے ہیں۔" (المجادلہ ۱۱)

• علم کی بزرگی اور فضیلت کے بارے میں اللہ تعالےٰ کے چند فرمان درج کئے جاتے ہیں جس سے اس امر پر روشنی پڑتی ہے کہ علم ایک ایسا سمندر ہے جس کا کوئی کنارا نہیں ہے۔ خدا تعالےٰ ہم سب کو علم کے حصول اور خصوصاً قرآنی علم کے حصول کی توفیق عطا فرمائے۔

۱۔ عالم اور جاہل قطعاً برابر نہیں۔ فرمایا:۔

"ان سے پوچھ کیا وہ لوگ جو علم حاصل نہیں کرتے ان کی برابری کر سکتے ہیں جو علم حاصل کرتے ہیں۔" (الزمر - ۹)

یہاں پر اس جمہوریت کی بھی نفی ہوتی ہے جس میں ایک عالم اور ایک جاہل کی رائے کو ایک جیسا سمجھا جاتا ہے۔

۲۔ خدا کے فرمانوں کو عالم ہی سمجھ سکتے ہیں۔ فرمایا:۔

"اور ان امور کی عقل نہیں رکھتے سوائے ان کے جو علم کی دولت سے مالا مال ہوں۔" (العنکبوت ۴۳)

۳۔ خدا کی توحید کی گواہی علم والے دیتے ہیں:۔

صبر کرنے والوں، سچ بولنے والوں، اطاعت کرنے والوں، خدا کی راہ میں خرچ کرنے والوں اور راتوں کو بیدار ہو کر استغفار کرنے والوں کے ذکر کے بعد فرمایا:۔

"یہ لوگ خدا تعالےٰ کے متعلق گواہی دیتے ہیں کہ اس کے سوا کوئی قابلِ عبادت نہیں ہے۔ اور فرشتے گواہی دیتے ہیں اور علم والے لوگ جو انصاف سے اس بات پر قائم ہیں۔" (آلِ عمران ۱۸)

۴۔ علم خدا تعالیٰ کا ایک فضل ہے۔

اللہ تعالےٰ اپنے احسانوں کا ذکر کرتے ہوئے آنحضرت صلعم سے یوں مخاطب ہوتا ہے۔

"اور تجھے ان امور کا علم عطا کیا جن کا تجھے علم نہیں تھا اور یہ تجھ پر خدا کا بہت بڑا فضل ہے۔" (النساء ۱۱۳)

اور یہ بھی فرمایا کہ علم کی دولت ایک لا انتہا دولت ہے۔ تمام عمر اسے حاصل کرتے ہو تو کم ہے اور دعا سکھلائی کہ ہر وقت دعا کرو کہ "اے میرے رب میرے علم میں دم زیادتی عطا فرما۔" (طٰہٰ ۱۱۴)

۵۔ علم خدا کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔

خدا تعالےٰ کا سب سے پہلا کلام جو قرآن کریم میں نازل ہوا اس کی بنیاد بھی علم پر رکھی گئی اور یہ بتلایا کہ اس کلامِ الٰہی اور شریعتِ الٰہی کی بنیاد علم پر ہے حکایات اور توہمات پر نہیں ہے۔ فرمایا:۔

"وہ ذات ہے جس نے قلم کے ذریعہ علم عطا کیا اور انسان کو وہ کچھ سکھلایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔" (العلق ۴ - ۵)

• عدم علم گمراہی اور ضلالت کی ایک بہت بڑی وجہ ہے۔ عالم عقل سے بات کرتا ہے جب کہ جاہل جذبات اور تقلید کو بنیاد بناتا ہے۔ قرآن کریم نے انکار کرنے والوں، خدا کی ناشکر گذاری کرنے والوں اور نافرمانی کرنے والوں کے اس رویہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ سب عدمِ علم کی وجہ سے ہو رہا ہے جس کی چند مثالیں یہ ہیں۔

۱۔ شرک کی بنیاد عدمِ علم پر ہے۔

بعض لوگ شرک سے مراد صرف پتھروں کے بُت پوجنا ہی خیال کرتے ہیں۔ شرک سے مراد محض یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کے سوا اس کی صفات کا حامل کسی

دوسرے کو قرار دینا خواہ وہ کسی رنگ میں ہو۔ فرمایا:۔

" وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اُن کی عبادت کرتے ہیں جن کے متعلق کوئی دلیل نازل نہیں کی گئی ۔ اور اس بات کا ان کے پاس قطعی علم نہیں ہے "

(الحج ۔ ۷۱)

۲۔ قتلِ اولاد عدم علم کا نتیجہ ہے ۔ فرمایا:۔

" وہ لوگ خسارے میں تھے جنہوں نے اپنی اولاد کو قتل کیا بے وقوفی سے بغیر علم کے اور حرام قرار دیا اسے جو خدا نے ان کو عطا فرمایا تھا اللہ تعالیٰ کی ذات پر افترا کرتے ہوئے " (الانعام ۱۴۰)

۳۔ پیغامِ خداوندی کو قبول نہ کرنا عدمِ علم کی وجہ سے ہے ۔

فرمایا:۔

" اور اگر ہم ان پر فرشتے نازل کر دیتے ۔ اور ان سے مُردے بھی باتیں کرتے اور ہر چیز ہم ان کے سامنے لے آتے تو وہ تب بھی ایمان نہ لاتے سوائے اس کے کہ خدا چاہتا کیونکہ ان میں سے اکثر جاہل ہیں " (الانعام ۱۱۱)

* قرآن کریم کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالےٰ بغیر علم عطا کرنے کے کسی کو عمل پر مجبور نہیں کرتا اور اپنی رضامندی اور ناراضگی کی بنیاد بھی اس نے آگہی اور علم پر رکھی ہے ۔ خدا تعالےٰ نے بار بار قرآن کریم میں توحید کا سبق دیا ۔ وحدانیت کے دلائل دیئے اس کے بعد عمل کی دعوت دی ہے کیونکہ علم کے بغیر عمل کی راہیں روشن نہیں ہو سکتیں اس لئے پہلے علم عطا کیا اور پھر اس کی بنیاد پر عمل کا حکم دیا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرماتا ہے :۔

" یقیناً میں ہی اللہ ہوں ۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے پس میری عبادت کرو اور میرے ذکر کے لئے نماز قائم کرو "

(طٰہٰ ۱۴)

* اپنی توحید کا سبق پڑھایا اور یہ بتلا دیا کہ کوئی بھی اور مخلوق عبادت کے قابل نہیں ہے ۔ اس کے بعد عمل کرنے کو کہا کہ عبادت قائم کرو اور ذکر خدا کو بلند کرو اور جو عبادت اور نماز خدا کی خالص توحید کی بنیاد پر قائم ہوگی اسے یقیناً اس کے ہاں مقبولیت کا درجہ حاصل ہوگا ۔

* جہاں وہ عمل کرنے کے لئے پہلے علم عطا فرماتا ہے وہاں اگر کوئی گمراہ ہو جائے تو اس کی بداعمالیوں کو دور کرنے کے لئے اپنی طرف سے صحیح راہ کی نشاندہی کرنے کے لئے اپنے خلفاء کو مبعوث کرتا ہے اور جب مخلوقِ خدا علم عطا کئے جانے کے باوجود اور خدا تعالےٰ کے فرستادوں کی سیدھے راستہ کی طرف نشاندہی کرنے کے باوجود بھی غلط راہ پر قدم مارتے ہیں تو پھر خدا تعالیٰ ایسی اقوام کی گرفت کرنے میں حق بجانب ہے ۔ وہ فرماتا ہے

" اور ہم کبھی کسی کو عذاب میں مبتلا نہیں کرتے جب تک کہ ہم ان کے بیچ اپنے پیغام لانے والے کو نہ بھیج دیں "

اگر کوئی خدا تعالےٰ کے علوم اور براہین کے بعد بھی گمراہی کی طرف جاتا ہے اور اس کے فرستادہ کی طرف سے علوم، معجزات اور خارق عادت واقعات کے ذریعہ ہستی باری تعالےٰ کے ثبوت کے باوجود بھی صداقت کو ماننے سے انکار کرتا ہے تو پھر اسے خدا تعالیٰ کی ناراضگی کے لئے ہر وقت تیار رہنا چاہیئے کہ وہ جہاں بخشنے میں بہت مہربان اور رحیم و کریم ہے وہاں گرفت میں بھی اتمام حجت کے بعد اس قدر ہی قہار اور جبار ہے ۔

ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

—— *** —

اخبار احمدیہ

* حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کراچی سے لاہور واپس تشریف لا چکے ہیں اور حسب معمول خدمات دینیہ و سلسلہ میں مصروف ہیں جماعت کے شب بیدار احباب حضور کی صحت و عافیت والمبی زندگی کے لئے اپنی دعائیں جاری رکھیں

* درخواستِ دُعائے صحت

جناب محمود احمد صاحب بہاولپور سے اطلاع دیتے ہیں کہ ان کے والد بزرگوار جناب عبدالعزیز صاحب کو ماہ دسمبر میں سڑک کے ایک حادثہ میں شدید چوٹیں آئیں تھیں گھٹنے کی ہڈی میں فریکچر ہو گیا تھا ۔ ایک ماہ سے اباجان کی خدمت کے لئے بہاولپور میں ہوں ۔ اب ان کی حالت بہتر ہے ۔ بزرگانِ جماعت سے ان کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے دعا کی درخواست ہے ۔

تعزیتی اجلاس

جناب عبدالغنی بٹ صاحب کی وفات پر مقامی جماعت احمدیہ لاہور کا ایک تعزیتی اجلاس دفتر مقامی جماعت میں منعقد ہوا جس میں یہ قرارداد تعزیت منظور کی گئی ۔ یہ اجلاس بٹ صاحب ایسے مخلص مستعد اور فرض شناس کارکن کی وفات کو جماعتی نقصان سمجھتا ہے ۔ بٹ صاحب مرحوم بڑے خلیق، ملنسار سلسلہ کے فدائی اور غیور و شجاع انسان تھے اور حضرت اقدس کے علم الکلام سے بھی بقدر ضرورت واقف تھے کلمۂ حق کہنے میں بڑے بے باک تھے ۔ یہ اجلاس بٹ صاحب کی وفات پر اظہار افسوس اور ان کے پسماندگان سے اظہار ہمدردی کرتا ہے دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ انہیں جنت میں بلند مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل بخشے ۔ آمین !

(صدر مقامی جماعت احمدیہ لاہور)

باہتمام البدر پرنٹرز اردو بازار سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا ۔ (چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر اللہ بخش)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور مورخہ ۷ مارچ ۱۹۸۴ء جلد ۷۱ شمارہ ۱۱

جلد: ۷۱ { یوم چہارشنبہ جمادی الثانی ۱۴۰۴ھ مطابق ۱۴ مارچ ۱۹۸۴ء } شمارہ ۱۱

ارشادات حضرت مجدد صد چہاردہم

مومنوں پر پہلے مصائب کا دور آتا ہے

جب وہ ثابت قدم رہتے ہیں تو مصائب کے دوزخ کو جنت سے بدل دیا جاتا ہے

"ابتلا اس لئے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو دکھلا دے کہ جو ہماری طرف آنے والے ہیں وہ کیسے مستقل مزاج اور جفاکش ہوتے ہیں کہ مار پر مار کھاتے ہیں لیکن منہ نہیں پھیرتے اور جب وہ ثابت قدم نکل آتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ ان سے وہی سنت برتتا ہے جو کہ منعم علیہ گروہ سے برتنی چاہیئے۔

خدا تعالیٰ سے زیادہ پیار اور رحم اور محبت کرنا کوئی نہیں جانتا لیکن اخلاص ضروری ہے۔ کوئی دل سے اس کا ہو پھر دیکھیے کہ آیا مخلص کی دست گیری اور کفالت اس کی خوبی ہے یا نہیں لیکن جو اسے آزماتا ہے وہ خود آزمایا جاتا ہے۔۔۔

بہت سے ایسے لوگ ہیں جو کہ خدا تعالیٰ کو آزماتے ہیں ایسا نہ ہو کہ وہ خود آزمائے جاویں۔ پیغمبر خدا صلعم فرماتے ہیں کہ جو مجھ پر ایمان لائے۔ اول وہ مصائب کے لئے تیار رہے مگر یہ سب کچھ اوائل میں ہوتا ہے۔ اگر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اس پر فضل کر دیتا ہے۔ کیونکہ مومن کے لئے دو حالتیں ہیں۔

اول تو یہ کہ ایمان لاتا ہے تو مصائب کا ایک دوزخ اس کے لئے تیار کیا جاتا ہے جس میں اسے کچھ عرصہ رہنا پڑتا ہے۔ اور اس کے صبر اور استقلال کا امتحان لیا جاتا ہے اور جب وہ اس میں ثابت قدمی دکھاتا ہے تو دوسری حالت یہ ہے کہ اس دوزخ کو جنت سے بدل دیا جاتا ہے۔ جیسے کہ بخاری میں حدیث ہے کہ

مومن بذریعہ نوافل کے اللہ تعالیٰ سے یہاں تک قرب حاصل کرتا ہے کہ وہ اس کی آنکھ ہو جاتا ہے جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اور کان ہو جاتا ہے جس سے وہ سنتا ہے اور ہاتھ ہو جاتا ہے جس سے وہ پکڑتا ہے۔ اور اس کے پاؤں ہو جاتا ہے جس سے وہ چلتا ہے اور ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس کی زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے۔ اور ایسے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:۔

من عادیٰ ولیًا فا ذنت لہٗ للحرب

کہ جو شخص میرے ولی کی عداوت کرتا ہے وہ جنگ کے لئے تیار ہو جاوے۔"

(ملفوظات جلد ۷
صفحہ ۱۲۶، صفحہ ۱۲۷)

—— ★★★★ ——

ارشادِ خداوندی:

٭ "اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو"

——

تحدیثِ نعمت

ماسٹر محمد عبداللہ صاحب امریکہ

حضرت مسیح موعود نے اپنی جماعت کے افراد کو دعا کی طرف کافی توجہ دلائی ہے احمدی اور دعا آپ کے زمانے میں اور آپ کے بعد اس قدر لازم و ملزوم ہو گئے تھے کہ جناب خواجہ حسن نظامی مرحوم و مغفور نے جن کا لقب "مصور فطرت" تھا اور جن کے مریدوں کی تعداد ایک لاکھ سے متجاوز تھی۔ ایک "ڈائری" تالیف فرمائی اور اس ڈائری کے صفحات میں مختلف اقوام اور مذاہب کے پیرووں کا قلمی نقشہ نہایت موثر طور پر کھینچا۔ احمدی کی تعریف میں وہ لکھتے ہیں کہ احمدی کو دعا پر اس قدر یقین ہے کہ وہ قریب المرگ آدمی کی تندرستی کے لئے دعا مانگنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں اس صفت کے بعد انہوں نے ان کے تبلیغ کے لئے عشق اور مالی قربانیوں کا تذکرہ کیا ہے۔

خاکسار کی والدہ مرحومہ کو میری شادی کے لئے ہر وقت فکر لگی رہتی تھی لیکن بیٹا اس کی طرف زیادہ دھیان نہیں دیتا تھا۔ آخر جب میری والدہ کو معلوم ہوا کہ مجھے جزائر فیجی جانے کا عشق دامنگیر ہے تو اس نے درود شریف کا وظیفہ شروع کیا تاکہ فیجی کی روانگی سے پہلے میری شادی ہو جائے۔ جب وہ ایک لاکھ بار درود شریف کا وظیفہ ختم کر چکیں تو انہوں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص ایک لڑکی کی طرف اشارہ کر کے کہہ رہا ہے کہ یہ تمہاری بہو ہے۔ ادھر خدا کا کرنا کیا ہوا کہ ملک عبدالرحمٰن ملٹری اکونٹنٹ مرحوم نے ایک رشتہ کے لئے مجھے پیغام بھیجا۔ میں ان دنوں بدوملہی پڑھاتا تھا میں رخصت لے کر اپنی والدہ مرحومہ کے ہاں پہنچا اور ان کو لڑکی دیکھنے کے لئے مجبور کیا۔ اس نے جو لڑکی خواب میں دیکھی اس کا حلیہ بیان کیا اور بتایا طویل سفر کرنے کی ضرورت نہیں اس رشتہ کو منظور کر لو میں نے ملک عبدالرحمٰن کی تحریک پر شادی کر لی اور جب شادی کر کے دلہن کو گھر پر لایا۔ تو والدہ مرحومہ نے کہا کہ جو لڑکی میں نے خواب میں دیکھی تھی بالکل اس سے ملتی جلتی ہے۔

ایک لطیفہ۔ مستورات کے لئے سبق

بدوملہی ہائی سکول میں ملازمت کے دوران میں خاکسار کی مرکز میں آمدورفت اکثر رہتی تھی۔ جماعت کے ایک صاحب کا خیال مجھے رشتہ دینے کا پیدا ہوا۔ وہ صاحب احمدیہ بلڈنگ میں بمعہ فیملی بالائی منزل پر رہتے تھے۔ انہوں نے خاکسار کو اپنی فیملی کو دکھانے کے لئے گلی میں ٹھہرا دیا۔ تاکہ لڑکی کی والدہ اور لڑکی مجھے دیکھ کر پسندیدگی کا فیصلہ کر لیں اگلے روز معلوم ہوا کہ میں منظور نظر ہو گیا ہوں۔ اب مجھ سے دریافت کرنے لگے کہ میں کس قدر قیمتی زیورات دے سکوں گا۔ کتنے جوڑے لا سکوں گا۔ میں نے ان کو صاف طور پر بتا دیا کہ میری حالت زیورات خریدنے کی اجازت نہیں دیتی۔ والد مرحوم کا ایک سال ہوا انتقال ہو گیا۔ والدہ صاحبہ کے پاس کوئی زیور نہیں میرے اس بیان سے نقشہ ہی بدل گیا اور یہ سلسلہ شادی بیاہ ختم ہو گیا۔

تقریباً پچاس سال کے بعد اتفاقاً اس خاتون سے یہاں کیلیفورنیا کی دعوت میں ملاقات ہو گئی اور مجھ سے اس نے دریافت کیا۔ اس اتفاقی ملاقات سے معلوم ہو گیا کہ یہ وہی خاتون ہے جس سے میری شادی ہونی تھی لیکن میری غریبی کی وجہ سے شادی نہ ہو سکی۔ جب میں نے دیکھا کہ یہ خاتون کمزوری اور ناتوانی کی وجہ سے اسی نوے سال کی دکھائی دیتی ہے تو معلوم ہوا کہ ایک صاحب حیثیت سے شادی کر کے اسے زیورات تو حاصل ہو گئے لیکن صحت۔ تندرستی اور خوبصورتی قائم نہ رہ سکی۔ ان کے مقابلہ میں میری ایسی خاتون سے شادی ہوئی جس کے پاس جتنے زیورات تھے وہ خدا کی راہ میں دے دیئے اور انگوٹھی تک کبھی نہ پہننے دی۔ اس کے باوجود اس کے چہرہ میں پچاس سال شادی پر گذرنے کے بعد جھریاں تک نہیں۔ ع

نہیں محتاج زیور کا جسے خوبی خدا نے دی

شادی بیاہ کے موقعہ پر زیورات، پارچات کے اس قدر زبردست مطالبے ہوتے ہیں کہ ایک متوسط آمدنی والے انسان کو مقروض ہونا پڑتا ہے اور اگر معیار کے مطابق زیورات دلہا کی طرف سے نہ آئیں تو برات کو واپس لوٹنا پڑتا ہے۔

خیر یہ ایک الگ مضمون ہے جو ضمناً درمیان میں آ گیا ہے اصل مضمون برکات الدعا ہے جس کو جاری رکھنا اُمید ہے خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ خاکسار کو اپنے لڑکوں کو امریکہ میں تعلیم دلانے کا شوق تھا۔ سب سے پہلے جلال الدین محمد اکبر کو کیلیفورنیا تعلیم کے لئے بھیجا۔ جو پس انداز روپیہ تھا وہ اس پر خرچ ہو گیا۔ ایک سال کے بعد اس کے دوسرے بھائی خالد کو امریکہ میں تعلیم حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ اہلیہ صاحبہ نے اس کے لئے پُر زور سفارش کی لیکن میرے پاس کرایہ تک کے لئے روپیہ بھی نہیں تھا۔ آخر میں نے دُعا کا سلسلہ شروع کیا۔ رات کے تین چار بجے اٹھ بیٹھتا اور نماز تہجد میں سجدہ کی حالت میں دُعا مانگتا۔ یا الٰہی میں نے اپنی زندگی میں کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلایا۔ میرے لڑکے خالد کی تعلیم کے لئے مالی امداد کی ضرورت ہے تو ہی دینے والا ہے میری مدد فرما۔ یہ دعائیں کئی دن تک جاری رہیں۔ آخر اتفاق یہ ہوا کہ دو کمپنیوں کے مالکان کو پانچ پانچ ہزار پونڈ انکم ٹیکس کی ادائیگی کے نوٹس ملے۔ انہوں نے ٹیکس ادا کر دیئے تھے لیکن محکمہ انکم ٹیکس کے آفیسروں نے اُن کی حسابات کی پڑتال کے بعد اُن پر آمدنی کم ظاہر کرنے کا الزام لگایا تھا۔ دونوں کاندار اپنے اپنے اکیونٹینٹس کے پاس گئے۔ اپنے وکیلوں کے پاس گئے لیکن اُن کی کسی نے مدد نہ کی آخر وہ میرے پاس آئے۔ مجھے انکم ٹیکس کے معاملہ میں تجربہ نہیں تھا لیکن میں نے اس کام کو ہمت کر کے لے لیا۔ اور ایک ماہ کے اندر عذرنامے دائر کر دیئے۔ ان دکانداروں کو یقین ہو گیا کہ جس رنگ میں خاکسار نے عذرنامے پیش کئے ہیں وہ کارگر ثابت ہوں گے۔ ان دونوں دکانداروں سے مجھے ۹۰۰ ڈالر حاصل ہو گئے اور خالد میاں امریکہ پہنچ گئے۔ خدا کی شان ان دکانداروں کو کچھ ادا نہ کرنا پڑا جس آفیسر نے ان کو بے جا تنگ کر رکھا تھا وہ استعفا دیکر نیوزی لینڈ چلا گیا۔ اور ایک دکاندار جو جینی قوم کا ہے وہ اس قدر متاثر ہوا کہ جب میں امریکہ آنے لگا تو اس نے میرے ہوائی سفر کا ٹکٹ خریدا۔ اور جو قرضہ میں نے ادا کرنا تھا وہ چھوڑ دیا۔ ایک مختصر رنگ میں محض خداوند کریم کے فضل سے وہ نقشہ سامنے آ گیا جو حکیم الامت حضرت مولانا نورالدین صاحب رح کو کشمیر چھوڑتے ہوئے آیا تھا۔

خاکسار نے ماہ نومبر ۹۳ء سے ماہ جنوری ۹۴ء تک دعاؤں کا سلسلہ خاص طور پر شروع کیا تھا۔ چونکہ میرا یقین قبولیت دعا کے لئے نماز تہجد کا وقت ہے اس لئے لبا اوقات رات کے آخری حصے میں اٹھ کر نماز تہجد ادا کر لیتا اور زیادہ تر دعائیں اپنی بیٹی ڈاکٹر فریدہ رجب علی اور داماد ڈاکٹر محمد اقبال

(بقیہ صہ ۶ کالم ۱ پر)

جلسہ سالانہ ۱۹۸۳ء سے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا افتتاحی خطاب

مورخہ ۲۳ دسمبر ۱۹۸۳ء

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد آپ نے فرمایا:۔

میں نے اس وقت آپ کے سامنے سورۃ فاتحہ پڑھی ہے جسے آپ تیس چالیس یا اس سے بھی زیادہ بار روزانہ اپنی نمازوں میں پڑھتے ہیں۔ اس کا نام الفاتحۃ الکتاب بھی ہے یعنی یہ اللہ کی مقدس کتاب قرآن کریم کو جو دنیا کی ہدایت کے لئے نازل کی گئی ہے کھولنے والی ہے۔ یہ سورہ جیسا کہ آپ جانتے ہیں اللہ تعالیٰ کے دو پاک اسماء الرحمٰن اور الرحیم سے شروع ہوتی ہے اور اس کا پہلا کلمہ ہے الحمد للہ رب العالمین یعنی سب تعریف اللہ کے لئے ہے جو اس کائنات کا خالق، مالک اور رب ہے، اور جس نے انسان کی جسمانی اور روحانی ربوبیت کے لئے ہر طرح کے سامان مہیا فرمائے ہیں۔ یہ ایک جامع اور مکمل دعا ہے اس لئے ہر اچھے اور نیک کام کے افتتاح کے لئے اس سے بہتر اور کوئی دعا نہیں ہو سکتی۔ اس دعا کو اپنے ذہنوں میں رکھتے ہوئے آج ہم بھی رب العالمین کی حمد کے ساتھ اپنے اس جلسہ سالانہ کی مبارک تقریب کا افتتاح کرتے ہیں ہمیں الحمد للہ رب العالمین خصوصیت کے ساتھ اس لئے پڑھنا چاہیئے کہ گذشتہ جلسہ سالانہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سال کے دوران میں اپنے دین کی خدمت کا کچھ اور موقع نصیب کیا جس کے متعلق آپ آئندہ کچھ باتیں سنیں گے۔

اس جلسہ کے اغراض و مقاصد کے متعلق آپ بارہا سن چکے ہیں میں انہیں آپ کے سامنے دوہرانے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا لیکن چند ایک ضروری باتوں کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ اس جلسہ کی سب سے بڑی غرض جو ابھی ابھی حضرت صاحب کے ملفوظات میں بیان کی گئی ہے یہ ہے کہ اس میں شریک ہونے والے لوگ اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کریں۔ آپ نے اپنی بعثت کی غرض ہی یہ بتائی ہے کہ میں متقی انسانوں کی ایک جماعت پیدا کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ یہ امر واقع ہے کہ جن لوگوں نے آپ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا اور آپ کے گرد جمع ہوئے آپ نے ان میں پاک تبدیلی پیدا کی اور انہیں زمینی سے آسمانی انسان بنا دیا۔ یہ جلسہ سالانہ بھی پاک تبدیلی پیدا کرنے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے جس کی بنیاد آپ نے رکھی تاکہ آپ کی جماعت کے لوگ اکٹھے ہو کر اللہ کو یاد کریں کیونکہ اس سے جماعتی اتحاد اور اخوت و مودت کو فروغ ملتا اور اجتماعی دعاؤں کو قبولیت ملتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے مل کر کام کرنے کے متعلق بڑی تاکید فرمائی ہے اس لئے کہ یہ برکت اور رحمت کا موجب ہوتا ہے اور مل کر کام کرنے کے لئے ہی آپ نے سال میں یکبار ایک جگہ جمع ہونے کی تلقین فرمائی اور جلسہ سالانہ کی بنیاد رکھی۔ تنہا انسان خواہ کتنا ہی زور لگائے وہ کچھ حاصل نہیں کر سکتا جو مل کر ایک جماعت حاصل کر سکتی ہے۔ اسی لئے انبیاء کو بھی ایک جماعت بنانے کی ضرورت رہی ہے۔ اس بارے میں حضرت موسےٰ کا قرآن میں خصوصیت سے ذکر آتا ہے۔ آپ نے دعا کی "واجعل لی وزیرا من اھلی ھٰرون اخی۔ اشدد بہٖ ازری۔ واشرکہ فی امری" اور میرے ساتھیوں میں سے ایک میرا بوجھ بٹانے والا بنا دے۔ ہارون میرا بھائی۔ میری قوت کو اس کے ساتھ مضبوط کر اور میرے کام میں اسے شریک کر"۔ اس کے ساتھ جو ایک خاص بات کا ذکر کیا ہے وہ ہے "کی نسبحک کثیرا، و نذکرک کثیرا" تاکہ ہم مل کر تیری بہت تسبیح کریں اور تجھے بہت یاد کریں۔ فرداً فرداً بھی خدا کو یاد کیا جا سکتا ہے لیکن جو فائدہ اور لطف مل کر خدا کو یاد کرنے اور اس کا ذکر اذکار کرنے میں ہوتا ہے وہ اکیلے میں نہیں ہوتا۔ اکیلی کوشش سے وہ بات پیدا نہیں ہوتی جو اجتماعی کوشش سے ہوتی ہے۔ مومن ایک دوسرے کے لئے تقویت کا موجب ہوتے ہیں۔ المومن للمؤمن کالبنیان یشدّ بعضہٗ بعضًا و شبّک بین اصابعہٖ (بخاری شریف جلد اول ص۳۳۱) یعنی مومن دیوار کی اینٹوں کی طرح ہوتے ہیں وہ سب ایک دوسرے کو اس طرح پیوست اور مضبوط رکھتے ہیں جس طرح دیوار کی اینٹیں ایک دوسری سے پیوست ہو کر دیوار کو مضبوط بناتی ہیں۔ سو اس جلسہ کی سب سے اہم اور بڑی غرض یہ ہے کہ ہم ان چند ایام میں مل کر اللہ تعالیٰ کو یاد کریں تاکہ ہم میں تقویٰ پیدا ہو جو حضرت صاحب کے آنے کی بنیادی غرض ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ بغیر تقویٰ کے بیعت کچھ چیز نہیں محض زبان سے اقرار کرنا یا نام لکھوا دینا کچھ فائدہ نہیں دے سکتا۔ جب تک بیعت کے ذریعے تقویٰ کے اعلےٰ مقام تک پہنچنے کی عملاً کوشش نہ کی جائے۔

دوسری بات جس پر حضرت صاحب نے بار بار زور دیا ہے وہ یہ ہے کہ اپنے اندر عاجزی۔ انکسار اور تواضع پیدا کرو۔ متکبر اور مغرور انسان اللہ کو پسند نہیں ہوتا آپ نے صرف نصیحت ہی نہیں فرمائی بلکہ مامورین الٰہی کی طرح اپنا نمونہ بھی پیش کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں: ؎

"ہو جاؤ خاک مرضیٔ مولیٰ اسی میں ہے"

کبر و غرور چھوڑ دو۔ خاکساری کے طریق اپناؤ کیونکہ تقویٰ کی جڑ عاجزی اور انکساری ہے۔ آپ نے اپنی جماعت کو بار بار یہ نصیحت فرمائی ہے کہ وہ منکسر المزاج بن جائیں۔ ان میں تکبر و غرور کی رمق تک نہ ہو۔ اور وہ اپنے اندر اسلامی اخلاق حسنہ پیدا کر کے دوسروں کے لئے اعلےٰ نمونہ پیش کریں۔ آپ نے باہمی محبت۔ اخوت اور آپس میں ہمدردی پر بھی بڑا زور دیا ہے اور دین العجائز اختیار کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ جب کوئی ایسی بات آپ کے علم میں آتی جو تقویٰ کے خلاف ہوتی تو آپ کو اس سے بڑا دکھ ہوتا۔ یہ مشہور واقعہ ہے کہ ۱۸۹۲ء کے جلسہ سالانہ کے موقع پر دو آدمی ایک چھوٹی سی بات پر آپس میں جھگڑ پڑے۔ نوبت گالی گلوچ تک پہنچ گئی۔ جب حضرت صاحب کو اس کا علم ہوا تو آپ کو بہت صدمہ ہوا اور آپ نے ۱۸۹۳ء کا جلسہ سالانہ ملتوی کر دیا۔ آپ نے اس بارے میں جو اشتہار شائع فرمایا اس کے الفاظ یہ ہیں۔

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض حضرات جماعت میں داخل ہو کر اس عاجز

سے بیعت کر کے اور توبۃ النصوح کر کے پھر بھی ویسے ہی کج دل ہیں ان کے دل ویسے ہی ٹیڑھے ہیں۔ ان کو سفلہ اور خود غرض اس قدر دیکھتا ہوں کہ وہ ادنیٰ ادنیٰ باتوں کی بنا پر لڑتے اور دست بدامن ہوتے اور ناکارہ باتوں کی وجہ سے ایک دوسرے پر حملہ ہوتا ہے اور گالیوں تک نوبت آتی ہے اور دلوں میں کینے پیدا ہوتے ہیں۔"

پھر آپ نے فرمایا:۔

"اگرچہ نجیب اور سعید بھی ہماری جماعت میں بہت ہیں جن پر خدا کا فضل ہے جو نصیحتوں کو سن کر روتے اور عاقبت کو مقدم رکھتے ہیں لیکن میں اس وقت کج دل لوگوں کا ذکر کرتا ہوں۔ میری جان اس شوق سے تڑپ رہی ہے کہ کبھی وہ دن بھی آئے کہ اپنی جماعت میں بکثرت ایسے لوگ دیکھوں جنہوں نے جھوٹ چھوڑ دیا ہے اور ایک سچا عہد اپنے خدا سے کر لیا ہے کہ وہ ہر شر سے اپنے تئیں بچائیں گے اور تکبر سے جو تمام شرارتوں کی جڑ ہے بالکل دور جا پڑیں گے اور اپنے رب سے ڈرکر رہیں گے۔"

یہ باتیں ہیں جو آپ اپنی جماعت کے اندر پیدا کرنا اور دیکھنا چاہتے تھے اس ضمن میں میں حضرت صاحب کے اپنے نمونہ کے متعلق چند ایک واقعات آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں۔

حضرت مولانا عبدالکریمؓ فرماتے ہیں کہ حضرت صاحب کے اہل بیت لدھیانہ گئے ہوئے تھے اور گرمی کا موسم تھا۔ میں گھر کے اندر چلا گیا اور ایک چارپائی پر جو اندر پڑی ہوئی تھی لیٹ گیا۔ مجھے نیند آگئی اور سو گیا۔ جب آنکھ کھلی تو دیکھا کہ حضرت صاحب نیچے فرش پر لیٹے ہوئے ہیں۔ میں گھبرا کر اٹھا اور کہا حضور آپ! آپ نے فرمایا نہیں لڑکے شور کرتے ہیں میں تو آپ کا پہرہ دے رہا تھا کہ آپ کی نیند خراب نہ ہو۔

اسی قسم کا ایک دوسرا واقعہ حضرت مرزا یعقوب بیگ صاحبؒ نے بیان کیا ہے کہ میں حضرت صاحب کے گھر کے اندر گیا اور ایک چارپائی پر لیٹ کر سو گیا۔ جب میری آنکھ کھلی تو دیکھا کہ حضرت صاحب چارپائی کے نیچے فرش پر لیٹے ہوئے ہیں۔

ایک تیسرا واقعہ حضرت ڈاکٹر بشارت احمدؒ نے بیان کیا ہے کہ نواب محمد علی خان صاحب کی اہلیہ فوت ہو گئیں۔ ہم قبرستان میں گئے۔ حضرت صاحب نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ قبر کی تیاری میں ذرا دیر تھی اس لئے حضرت صاحب ایک درخت کے سائے میں بیٹھ گئے۔ میں نے وہاں جا کر چادر بچھائی اور حضور سے درخواست کی کہ چادر پر تشریف رکھیں۔ آپ چادر پر بیٹھ گئے۔ اتنے میں لوگوں نے حضرت صاحب کو وہاں بیٹھے ہوئے دیکھ کر اس طرف آنا شروع کر دیا۔ جو بھی آتا آپ اسے کہتے آئیے یہاں بیٹھ جائیے۔ وہ چادر پر بیٹھ جاتا اور آپ پیچھے ہٹ جاتے اسی طرح کرتے کرتے مرید سارے تو چادر پر بیٹھ گئے اور حضرت صاحب مٹی پر۔

آپ کے یہ اخلاق حسنہ۔ طبیعت کا انکسار اور اپنے دوستوں کے ساتھ مروت ہمارے لئے نمونہ ہیں جنھیں ہمیں اپنی زندگیوں میں داخل کرنا چاہئے ہیں۔ جلسہ سالانہ جیسے اجتماع کے موقع پر جب مختلف طبائع اور مزاج کے لوگ اکٹھے ہوتے ہیں اس قسم کے اخلاقِ فاضلہ کا اظہار اور بھی ضروری ہوتا ہے۔ ہمیں کوشش کرنی چاہیئے کہ یہ باتیں ہماری زندگی کا جزو بن جائیں تاکہ کسی معمولی سے معمولی اختلاف کی نوبت بھی نہ آئے۔ کیونکہ حضرت صاحب کو باہمی جھگڑوں سے سخت نفرت تھی۔

جلسہ سالانہ کے یہ تین چار دن ہمارے لئے بڑے قیمتی ہوتے ہیں ہمارے بھائی اور بہنیں اپنے تمام کام کاج چھوڑ کر سفر کی تکلیف برداشت کر کے اور اپنے آرام اور مال کی قربانی دے کر اس میں شریک ہونے کے لئے اندرون پاکستان دور دراز کے مقامات اور سمندر پار سے بھی تشریف لاتے ہیں جس مقصد اور غرض کی خاطر وہ یہ سب کچھ برداشت کرتے ہیں وہ یہی ہے کہ ان تین چار ایام کو وہ اللہ کے لئے وقف کر دیں۔ ہمارے لاہور کے رہنے والے بھائیوں کو اس طرح کی کوئی تکلیف اٹھانا نہیں پڑتی۔ وہ آرام سے اپنے گھروں میں رہتے ہیں اور نہ یہاں آنے کے لئے انہیں کچھ خرچ کرنا پڑتا ہے میری خاص طور پر ان سے درخواست ہے کہ وہ بھی اپنے ان دور دراز کے مقامات سے آنے والے بھائیوں کی طرح یہ تین چار دن اللہ تعالیٰ کے لئے وقف کر دیں اور سوائے ان اغراض کے جن کو پورا کرنے کے لئے جلسے کا انعقاد ہوتا ہے دوسری کوئی غرض مدنظر نہ رکھیں۔ اگر ہم ان ایام کا ایک ایک لمحہ انہی مقاصد کو مدنظر رکھتے ہوئے صرف کریں گے تو یہ ہمارے لئے ایام اللہ متصور ہوں گے۔ اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہم پر نازل ہوں گی۔ اگر ہمارے اندر بحیثیت جماعت یہ رنگ اور کیفیت پیدا ہو جائے جو حضرت صاحب کا مقصد ہے تو پھر یہ ہمارے لئے واقعی ایام اللہ ہو جائیں گے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ تمام دوست ساری نمازوں میں اور خاص کر نماز فجر میں حاضر ہوں۔ یہ چند دن تکلیف اٹھانے سے بڑا فائدہ ہو گا۔

آپ جانتے ہیں کہ ہم جس زمانے سے گذر رہے ہیں یہ بڑا نازک زمانہ ہے ساری دنیا اس کی لپیٹ میں ہے لیکن ہمارے جو مخصوص حالات ہیں وہ آپ سے مخفی نہیں ہیں ان کا بیان کرنا میں اس وقت مناسب نہیں سمجھتا۔ اگر آپ جانتے اور محسوس کرتے ہیں تو ہمارے لئے یہ فکر کا مقام ہے کہ ہمیں ایسے حالات میں کیا کرنا چاہیئے۔ عزیز زاہد جنجوعہ نے ہمارے سامنے حضرت صاحب کے جو ملفوظات پڑھے ہیں ان میں اس سوال کا جواب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اگر ہم اپنا تعلق اور پیوند درست کر لیں تو زمانے کی نزاکت ہمیں کسی طرح متاثر نہیں کر سکتی اور ہم فائدہ ہی فائدہ میں ہوں گے۔ کسی خسارہ میں نہ ہوں گے لیکن اگر ہمارا تعلق اور رشتہ آسمان کے ساتھ نہ ہوا تو پھر ہمیں باقی دنیا سے بھی بڑھ کر خطرہ ہے۔ ان خطرات سے محفوظ رہنے کے لئے یہی ایک علاج ہے کہ ہم اجتماعی اور انفرادی طور پر راتوں کو اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑا کر گریہ وزاری کریں اور اس سے مدد اور نصرت طلب کریں کیونکہ یہ اس کا وعدہ ہے کہ:۔

انا لننصر رسلنا والذين آمنوا في الحيوة الدنيا
ويوم يقوم الاشهاد

"یقیناً ہم اپنے رسولوں کی اور ان کی جو ایمان لائے دنیا کی زندگی میں مدد کرتے ہیں اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے۔"

یہ ایک خوش خبری ہے کہ اللہ مومنوں کا بھی اسی طرح ناصر ہوتا ہے جس طرح وہ رسول کا ناصر ہوتا ہے ۔ وہ اپنی جماعتوں کی ویسی ہی نصرت فرماتا ہے جیسی خود مامورین الٰہی کی حضرت صاحب نے فرمایا ہے :۔

یہی تدبیر ہے پیارو کہ مانگو اس سے قربت کو
اسی کے ہاتھ کو ڈھونڈو جلا دو سب کمندوں کو

اس کے ہاتھ کو چھوڑ کر دوسرے ذرائع پر کوئی بھروسہ نہیں کیا جا سکتا اور ہمارے پاس تو دوسرا کوئی ذریعہ ہے ہی نہیں ۔ ہمارے پاس صرف اللہ کا ہی وسیلہ ہے اس لئے باقی تمام ذرائع اور اسباب سے منقطع اور بے نیاز ہو کر اگر ہم اس کے سامنے گریں گے تو وہ ضرور ہماری اعانت فرمائے گا ۔ جب انسان سب کچھ چھوڑ کر صرف خدا کا ہو جاتا ہے تو وہ اُسے بے یار و مددگار نہیں چھوڑتا ۔ اور اس حالت میں اُسے یہ بات تکلیف نہیں دیتی کہ دُنیا اس کے ساتھ کیا سلوک کرتی ہے ۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں ۔

جو ہمارا تھا وہ اب دلبر کا سارا ہو گیا
آج ہم دلبر کے اور دلبر ہمارا ہو گیا ۔
شکر للہ مل گیا ہم کو وہ لعل بے بدل
کیا ہوا گر قوم کا دل سنگِ خارا ہو گیا

حضرت صاحب نے تو یہ اپنی ذات کے متعلق فرمایا ہے لیکن وہ اپنی جماعت سے بھی یہی توقع کرتے ہیں کہ وہ خدا کے لئے ہو جائے اور اپنا سب کچھ خدا کو سونپ دے ۔ جو لوگ اللہ کے ہو جاتے ہیں اللہ ان کو اپنی پناہ میں لے لیتا ہے اور اُن کی حفاظت فرماتا ہے ۔

جو کچھ میں نے اب تک آپکے سامنے بیان کیا ہے اس کے علاوہ چند ایک اور ضروری باتیں بھی آپ سے کہنا چاہتا ہوں جن کا تعلق بھی جلسہ سالانہ کی اغراض کے ساتھ ہے ۔ ہم میں سے جو لوگ یہاں مہمانوں کی خدمت پر مامور ہیں ۔ انہیں میزبانی کا فخر حاصل ہے ۔ اس میزبانی کے جو جو فرائض ان پر عائد ہوتے ہیں انہیں چاہیئے کہ ان کا پورا پورا حق ادا کریں اور مہمانوں کو مقدور بھر ہر طرح کا آرام پہنچانے کی کوشش کریں لیکن ہو سکتا ہے کہ باوجود پوری انسانی کوشش کے اگر کوئی خامی رہ جائے یا کوتاہی ہو جائے تو ہمارے مہمانوں کو بھی جو محض اللہ کی خاطر بہت سی تکالیف برداشت کر کے یہاں آتے ہیں ہماری ان خامیوں اور کوتاہیوں کو نظر انداز کرتے ہوئے صبر و تحمل سے برداشت کر لینا چاہیئے کیونکہ یہ چھوٹی موٹی تکالیف بھی اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہوں گی اور اس کے نزدیک ان کے لئے بھی اجر ہو گا ۔

" ذالك بانهم لا يصيبهم ظمأ ولا نصب ولا مخمصة
في سبيل الله ولا يطئون موطئا يغيظ الكفار ولا ينالون
من عدو نيلا الا كتب لهم به عمل صالح ان الله لا
يضيع اجر المحسنين "

اللہ کی راہ میں اگر کسی کو پیاس ۔ تھکان یا بھوک برداشت کرنا پڑتی ہے تو اس کے لئے بھی اس کا اجر لکھا جاتا ہے ۔ اگر یہاں اسے کوئی اجر نہیں ملتا تو اللہ اس کے اجر کو ضائع نہیں کرتا ۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ محسن کہتا ہے ۔ اگر ہمارے مہمان قرآن کریم کے ان الفاظ کو سامنے رکھتے ہوئے تکلیفیں برداشت کریں گے تو انہیں یقیناً ان کا اجر ملے گا ۔

ایک اور بات جس کی طرف میں آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں یہ ہے کہ تمام اجلاسوں میں آپ سب کو یہاں حاضر رہنا اور تمام تقاریر سننی چاہییں ۔ مقررین تیاری کر کے یہاں آتے ہیں تاکہ اپنے علم سے آپ کو اور اپنے آپ کو فائدہ پہنچائیں ۔ تقریروں سے انسان کے علم میں اضافہ ہوتا ہے ۔ ان میں نیکی کی باتیں بیان کی جاتی ہیں کسی کے منہ سے کسی وقت ایک ایسی بات نکل جاتی ہے جو دل میں اتر جاتی اور ایک پاک تبدیلی پیدا کرنے کا باعث بن جاتی ہے کسی موضوع کی پسندیدگی یا ناپسندیدگی کا خیال دل میں نہ لائیں ۔ یہاں کوئی موضوع ایسا نہیں ہوتا جس میں خدا اور رسول کی بات نہ کی جاتی ہو ۔ سوائے کسی خاص معذوری یا مجبوری کے باہر گھومنے پھرنے میں اپنا قیمتی وقت ضائع نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ اس سے بھی جلسے کا مقصد فوت ہو جاتا ہے ۔

یہاں آپ نے معذوری کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ میں پچھلے دو ماہ سے بیمار رہا ہوں ۔ میری بیماری جو بتائی گئی وہ کوئی وائرس انفکشن ہے ۔ وائرس بعض اوقات جسم میں داخل ہو جاتی ہے اور انسان کو آہستہ آہستہ اندر سے کمزور کرتی رہتی ہے ۔ مجھے جلسہ سے چند دن پہلے تک یقین نہیں تھا کہ میں اپنی اس بیماری کیوجہ سے آپ کے سامنے کھڑا ہو کر تقریر کر سکوں گا لیکن خدا کا شکر ہے کہ اب آپکے سامنے کھڑا ہوں ۔ اس ذاتی معذوری کے متعلق میں نے یہ بات اس لئے کی ہے کہ اگر آپ میری بیماری کیوجہ سے مجھے یہاں نہ دیکھیں تو یہ نہ سمجھیں کہ میں نے جو کچھ آپ سے کہا ہے اس پر خود عمل نہیں کر رہا ہوں ۔ میرے کمرے میں ایک لاؤڈ سپیکر لگا یا گیا ہے ۔ جس کے ذریعے میں آپ سب سے زیادہ تقریریں سنتا ہوں اور مجھے تکلیف نہیں ہوتی ۔ یہ ایک ذاتی بات ہے جس کا ذکر میں نے اس لئے کر دیا ہے کہ آپکے دلوں میں کوئی وسوسہ پیدا نہ ہو ۔

آخری بات جو میں کہنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ جلسہ ٹھیک وقت پر شروع اور ٹھیک وقت پر ختم ہو جانا چاہیئے اور یہ اسی وقت ممکن ہو سکتا ہے کہ سب لوگ وقت پر جلسہ گاہ میں تشریف لے آئیں ۔ مجھے آج یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی کہ جلسہ عین وقت پر شروع ہوا اور میں نے دیکھا کہ میری تقریر ۱ بجے شروع ہونا تھی اور جب عزیز زاہد جنجوعہ ملفوظات کا آخری شعر پڑھ رہے تھے تو ۱ بجنے میں ایک منٹ باقی تھا اس باقاعدگی کو قائم رکھنا چاہیئے تاکہ بار بار یاد دہانی کی ضرورت محسوس نہ ہو ۔

آخر میں آپ نے فرمایا کہ میں بھی دعا کرتا ہوں اور آپ سب بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس جلسہ کو کامیاب فرمائے ۔ ہم سب اس کے روحانی فیوض اور برکات سے مالامال ہو کر جائیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل ہو ۔ کیونکہ رضوان اللہ اکبر ۔ ہم تھوڑے ہیں لیکن اگر اللہ تعالیٰ کی رضا ہمیں حاصل ہو جائے تو تعداد کا تھوڑا ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا ۔ اللہ تعالیٰ چھوٹے گروہ کے ساتھ ہو کر اسے کثیر گروہ

پر غالب کر کے دکھا دیتا ہے۔ ہم تھوڑے ہونے کی وجہ سے لوگوں کے تمسخر کا نشانہ بنے رہے ہیں پہلے بھی ایک متکبر نے حقارت سے کہا تھا کہ یہ ایک چھوٹا سا ٹولہ ہے۔

"ان ھؤلاء لشرذمة قليلون - وانهم لنا لغائظون - وانا لجميع حاذرون"

یہ تھوڑی سی جماعت ہے اور وہ ہمیں غصہ دلانے والے ہیں اور ہم ایک محتاط جماعت ہیں۔ لیکن اس کا انجام کیا ہوا۔ یہ کثیر محتاط جماعت باغوں چشموں خزانوں اور عزت والے مقامات سے محروم کر دی گئی اور یہ تھوڑی سی جماعت ان کی وارث ہو گئی۔

ہم بھی چھوٹی سی جماعت لوگوں کو غصہ دلانے والے ہیں لیکن گھبرانے اور خوف زدہ ہونے کی کوئی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے اس کی مدد اور نصرت کے لئے دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب سے راضی ہو اور جس مقصد کے لئے ہم یہاں جمع ہوئے ہیں اس میں ہمیں کامیابی عطا فرمائے۔ آمین!

***

بقیہ: تحدیث نعمت

رجب علی کی کامیابی امتحان ڈنٹیل نیشنل بورڈ کے لئے ہوئی تھیں۔ انہوں نے قاہرہ یونیورسٹی کے ڈنٹیل کالج سے ڈگری حاصل کرنے کے بعد جزیرہ مورسیشس میں پرائیویٹ پریکٹس دو سال کرنے کے بعد امریکہ آنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ یہاں آکر انہیں معلوم ہوا کہ انہوں نے نیشنل بورڈ اور سٹیٹ بورڈ کے امتحان پاس کرنے ضروری ہیں تب کہیں ملازمت مل سکے گی یا اپنی پریکٹس شروع کر سکیں گے لہٰذا میرے مشورہ پر وہ امریکہ تو پہنچ گئے لیکن یہاں آکر مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔

دوسرے ۱۹۸۲ء کے آخری چار ماہ میں نے پاکستان گزار دئے۔ اور سالانہ جلسہ کی حاضری کے بعد واپس امریکہ پہنچا۔ یہاں میرا الاؤنس ۲۵۰ ڈالر ماہوار جو ملا کرتا تھا بند کر دیا گیا۔ اس کے اجرا کے لئے درخواست دینی پڑی۔ دس ماہ گذر گئے کوئی فیصلہ نہ ہوا۔ ۲۵ ہزار روپیہ قرض لینا پڑا۔ مالی مشکلات کے حل کرانے کے لئے بھی دعاؤں کی ضرورت تھی۔ تیسرے ماہ دسمبر میں سالانہ جلسہ میں شمولیت کا ارادہ تھا۔ لیکن مالی حالات اجازت نہیں دیتے تھے اس کے لئے بھی دعائیں کرنی پڑیں۔ آخر جب میرے جانے کا بندوبست نہ ہو سکا تو میں نے جلسہ سالانہ کی نمایاں کامیابی کے لئے دعائیں کیں۔ بہرحال مختلف امور کی کامیابی کے لئے ان تین ماہ کے عرصہ میں نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ دعائیں کرنے کا موقعہ ملا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے سب دعائیں قبول ہوئیں خصوصاً جلسہ سالانہ لاہور جس نے کامیابی کے لحاظ سے ریکارڈ قائم کر دیا نہ صرف حاضری کے لحاظ سے گذشتہ سالوں کے مقابلہ میں اضافہ ہوا بلکہ حضرت امیر ایدہ اللہ کی اپیل پر گیارہ لاکھ روپے سے زائد رقم اشاعت اسلام اور اشاعت قرآن کریم کے لئے وصول ہو گئی۔ میں نے ایک خط مبارکباد کا محترم شیخ عمر فاروق صاحب آف لاہور کو لکھا ہے جو اس نشست کے صدر تھے کاش شیخ عمر فاروق کے مقابلے میں شیخ عثمان فاروق پیدا ہوتے۔ ***

پروفیسر ڈاکٹر نظیر الاسلام ایم۔ اے۔ پی ایچ۔ ڈی کی وفات

پر تعزیتی خطوط

* جناب محمد یوسف تاثیر جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام (ہند) سرینگر سے لکھتے ہیں۔

"آپ کا خط نمبری ۸۴-۳۶۰۷ / ۱۰-۱-۸۴ بذریعہ ہوائی ڈاک موصول ہوا۔ اس میں آپ نے ایک رنجیدہ افسوسناک حادثہ کی اطلاع دی ہے کہ جماعت کے ایک خاص بزرگ مبلغ اسلام ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب ایم۔ اے۔ پی ایچ۔ ڈی مورخہ ۳۱/۱۲/۸۳ اس دار فانی سے رحلت کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جناب ڈاکٹر صاحب اصلی کشمیر کے باشندے تھے خاکسار نے سال ۸۲ء کے سالانہ جلسہ پر ان سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ آپ ملنسار اور با اخلاق بزرگ تھے۔ بتاریخ ۲۷/۱/۸۴ بعد از نماز جمعہ بمقام جامع احمدیہ دارالسلام پاری پورہ مرحوم کا جنازہ غائبانہ پڑھا گیا۔ اور احمدیہ انجمن ہند سے وابستہ جماعت ہائے صوفی پورہ سرینگر تعدد واہ۔ جنہوں نے اپنی اپنی مساجد میں مرحوم کا جنازہ غائبانہ ادا کیا۔ مورخہ ۲۹/۱/۸۴ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ہند کے اہتمام سے ایک بمقام شلی لوگ پاری پورہ کشمیر زیر صدارت الحاج محمد صادق بٹ صاحب منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں سرینگر کے احباب کو بھی شمولیت کی دعوت دی گئی تھی اس خصوصی اجلاس میں ایک ماتمی قرارداد باتفاق رائے پاس کی گئی۔ ۲۹/۱/۸۴ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ہند کا ایک اجلاس بمقام ہوم شلی لوگ پاری پورہ کشمیر زیر صدارت الحاج محمد صادق بٹ صاحب منعقد ہوا۔ اس اجلاس کا اہتمام جماعت پاری پورہ نے کیا تھا۔

۱: یہ اجلاس حضرت ڈاکٹر نظیر الاسلام ایم۔ اے۔ پی ایچ۔ ڈی مبلغ اسلام لندن کی وفات حسرت آیات کو ایک قومی نقصان قرار دیتا ہے۔ مرحوم نیک صالح اور مرد مومن تھے۔ اس مادی دور میں عالم باعمل ہونے کے ساتھ ساتھ مجاہد بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مرحوم کو جنت الفردوس عطا کرے اور جماعت کو اس کا نعم البدل عطا کرے۔ آمین

اس صدمہ عظیم میں جماعت احمدیہ (ہند) کی تمام جماعتیں اور افراد برابر کے شریک ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے لواحقین اور جماعت خصوصاً حضرت امیر قوم ایدہ اللہ تعالیٰ کو یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا کرے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

***

اخبار احمدیہ

* حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بخیریت سے ہیں۔ احباب جماعت حضور کی صحت و عافیت والی لمبی زندگی کے لئے اللہ تعالیٰ سے ہاں اپنی دعائیں جاری رکھیں۔

از قلم: مکرم جناب نصیر احمد فاروقی صاحب لاہور

درس قرآن - سبق ۶۱

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَاِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ
وَلِیُّهُمَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝

ترجمہ:۔ جب تم میں سے دو گروہوں نے ارادہ کیا کہ ہمت ہار دیں اور اللہ ان دونوں کا ولی تھا۔ اور اللہ پر ہی مومنوں کو توکل کرنا چاہیئے۔

(آل عمران۔ ۱۲۱)

میں نے اس آیت کو اس لئے چنا ہے کہ اس میں توکل کے مضمون پر بہت عمدہ روشنی پڑتی ہے۔ توکل کے عام معنی بد قسمتی سے یہ لئے جاتے ہیں کہ انسان ہاتھ پر ہاتھ دھر کے بیٹھا رہے اور خدا پر بھروسہ کرے کہ وہ اس کے سب کام کر دیگا۔ حالانکہ یہ معنی قرآن حکیم کی صریح آیت کے خلاف ہیں کہ وان لیس للانسان الا ما سعیٰ (النجم ۵۳۔ ۳۹) یعنے انسان کے لئے کچھ نہیں سوائے اس کے جس کے لئے وہ کوشش کرے۔ تو پھر کیا انسان کو صرف اپنی کوشش پر بھروسہ کرنا چاہیئے؟ ہرگز نہیں۔ والی اللہ ترجع الامور یعنے سب کام اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں یعنے انجام اللہ تعالےٰ کے ہاتھ میں ہوتا ہے تو پھر صحیح مسلک کیا ہے؟ وہ آج کی آیت بتلاتی ہے کہ انسان کا کام ہے کہ پوری کوشش کرے یہاں تک کہ ضرورت ہو تو اپنی جان پر بھی کھیل جائے اور پھر انجام کے معاملہ میں اللہ پر بھروسہ کرے۔ اور مومن کے لئے تو خاص طور پر یہاں فرمایا ہے کہ اللہ تو ان کا ولی یعنے کارساز ہے۔ اس لئے کوشش کے علاوہ اللہ سے دعا کرنا بھی جائز ہے۔ بلکہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے تو عجیب نکتہ لکھا ہے کہ دعا بھی انسانی کوشش کا حصہ ہے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے ایک دلچسپ واقعہ لکھا ہے کہ ایک شخص نے اپنے بیٹے کو ایک بھاری پتھر کو جو راستہ میں روک تھا اٹھانے کو کہا۔ لڑکے نے کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا۔ تو باپ نے بیٹے کو کہا کہ پھر کوشش کرو۔ لڑکے نے پھر کوشش کی مگر اٹھا نہ سکا۔ جب تیسری دفعہ بھی لڑکے نے باپ کے کہنے پر کوشش کی مگر اٹھا نہ سکا تو باپ نے کہا پیارے بیٹے تم نے ابھی کوشش پوری نہیں کی۔ اگر باوجود کوشش کے تم اٹھا نہ سکے تھے تو تمہیں چاہیئے تھا کہ مجھ سے کہتے کہ میری مدد کرو۔ کسی سے مدد چاہنا بھی کوشش کا حصہ ہے تو انسان کو چاہیئے کہ اپنی مقدور بھر کوشش کرے پھر اللہ تعالےٰ سے بھی مدد مانگے مگر مدد مانگنے سے پہلے انسان کا اپنا عمل یعنے کوشش ضروری ہے جیسا کہ سورۃ فاتحہ میں جو قرآن کریم کا عطر ہے۔ ایاک نعبد وایاک نستعین کی تفسیر میں میں حضرت مرزا صاحب کی تفسیر ہی بتا آیا ہوں۔ کہ ایاک نعبد یعنے ہم تیری ہی فرمانبرداری کرتے ہیں کو پہلے لائے اور خدا کے دعا کو ایاک نستعین یعنے ہم تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں کو بعد میں لائے کہ پہلے انسان اللہ تعالےٰ کی فرمانبرداری میں پوری کوشش کرے پھر اس سے مدد مانگے کہ ہم کمزور و خطاکار انسان ہیں ہماری فرمانبرداری میں جو کمی یا کوتاہی ہو اسے تو اپنی جناب سے دور فرما دے یعنے ہمیں توفیق دے کہ ہم تیری کامل فرمانبرداری کر سکیں۔

اب ہم آج کی آیت کے معانی پر غور کرتے ہیں۔ اس آیت کی جو تفسیر حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور نے اپنی تفسیر "بیان القرآن" میں کی ہے وہ بے نظیر ہے اور تقریباً انہی کے الفاظ میں میں اسے دوہرا تا ہوں۔ آیت کی تفسیر سے قبل اس کے تاریخی پس منظر کو جاننا ضروری ہے۔ رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں جنگ بدر میں سخت شکست کھانے کے بعد قریش مکہ نے ایک بڑی بھاری کوشش اور کی مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لئے اور اپنی پہلی شکست کا داغ مٹانے کے لئے۔ اور اگلے سال یعنے ۳ ھ میں تین ہزار کا لشکر لے کر احد کے مقام پر جو مدینہ کے شمال میں صرف چار میل کے فاصلہ پر تھا پہنچ گئے۔ ان کا وہاں ٹھہر جانا اس لئے تھا کہ تا مسلمان کسی طرح مدینہ سے باہر نکل آئیں کیونکہ جنگی دفاع کرنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ شہر کے اندر رہ کر مسلمانوں کی پوزیشن دفاع کے لئے مضبوط رہتی۔ رسول اللہ صلعم نے صحابہؓ سے مشورہ کیا کہ ہمیں باہر نکل کر کفار سے جنگ کرنی چاہیئے یا شہر کے اندر رہ کر۔ بعض صحابہؓ کی رائے تھی کہ ہمیں شہر کے اندر رہ کر ہی جنگ کرنی چاہیئے۔ یہی رائے منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی نے دی۔ منافق اس وقت مسلمانوں میں ملے جلے تھے مگر مسلمانوں کی اکثریت کی یہ رائے تھی کہ ہم کو باہر نکل کر مقابلہ کرنا چاہیئے ورنہ کفار یہ سمجھیں گے کہ مسلمان ان سے ڈر گئے۔ رسول اللہ صلعم کی اپنی رائے تو یہی تھی کہ شہر کے اندر رہ کر ہی مقابلہ کریں اور آپؐ نے تین خواب بھی دیکھے تھے جن کا مطلب یہ معلوم ہوتا تھا کہ اس جنگ میں کچھ نقصان ہو گا اور ایک خواب کی تعبیر حضورؐ کو یہ معلوم دی کہ شہر کے اندر رہ کر ہی دفاع کرنا بہتر ہو گا مگر چونکہ تعبیر کا معاملہ مشکوک ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی صریح ہدایت کوئی نازل نہ ہوئی تھی اس لئے حضورؐ نے اکثریت کی رائے پر عمل کیا۔ یہ ہے شوریٰ یعنے مشورہ کی عزت (جس کا حکم قرآن حکیم میں وامرھم شوریٰ بینھم (الشوریٰ ۴۲۔ ۳۸) کے الفاظ میں ہے) جو رسول اللہ صلعم نے کر کے دکھائی کہ اپنی رائے بلکہ اپنی خوابوں کے بھی خلاف شوریٰ کے فیصلہ کو ترجیح دی۔

چنانچہ آپؐ ایک ہزار آدمی کو لے کر احد کے مقام کی طرف گئے۔ ایک مقام پر جبکہ کفار مسلمانوں کو دیکھ سکتے تھے عبداللہ بن ابی اپنے تین سو منافق اندھم خیال

منافقوں کو لیکر اس بہانہ سے واپس چلا گیا کہ میرے مشورہ کے مطابق کیوں کام نہیں لیا گیا۔ اس کی اس شرارت کے مقصد دو تھے۔ ایک تو کفار کو دکھا کر وہ واپس ہو گیا تاکہ اُن کو جتا دے کہ میں اور میرے ساتھی تمہارے ساتھ ہیں۔ دوسرے اس طرح میدانِ جنگ میں پہنچ کر تقریباً ایک تہائی فوج کا چھوڑ کر چلا جانا مسلمانوں کے حوصلے پست کرنے کا باعث بن سکتا تھا۔ اور یہی اثر کچھ حد تک ہوا جبکہ آج کی آیت مبارکہ میں ذکر ہے کہ "جب تم میں سے دو گروہوں نے ارادہ کیا کہ ہمت ہار دیں حالانکہ اللہ دونوں کا ولی تھا اور اللہ پر ہی مومن کو توکل کرنا چاہیئے" یہ دو گروہ کون تھے ان کا نام قرآن پاک نے نہیں لیا اور اس طرح ان کی پردہ پوشی فرمائی کیونکہ بالآخر وہ دونوں گروہ مسلمان فوج کو چھوڑ کر نہ گئے تھے بلکہ بعد میں اُن سے مل کر لڑے تھے مگر صحابہؓ کا بھی کمال تھا دیانتداری کا اور اللہ تعالیٰ سے محبت کا کہ ان دو گروہوں نے خود بتایا کہ وہ ہم تھے اور اس اقرار کی انہوں نے وجہ بھی بتائی کہ ہم نہیں پسند کرتے کہ یہ آیت نہ اُترتی اس لئے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ ہمارا ولی یعنے دوست اور کارساز ہے۔ ساتھ ہی فرمایا کہ اللہ پر ہی مومنوں کو توکل کرنا چاہیئے۔

لفظ توکل وکل سے ہے جس کے معنے اپنے معاملہ کو کسی کے سپرد کرنا اور اس پر بھروسہ کرنا ہے۔ تو توکل کے اگر یہ معنیٰ ہیں جو عام طور پر غلط سمجھے گئے ہیں کہ انسان خود کچھ نہ کرے اور اپنے کاموں کو خدا پر چھوڑ دے تو رسول اللہ صلعم اور صحابہؓ نہ تو جنگ کو نکلتے، نہ جنگ سے قبل کبھی دشمن کی خبر رکھنے، نہ دور دور دشمنوں کی سرکوبی کے لئے فوج بھیجتے۔ نہ جنگ کے لئے روپیہ کی قربانیاں کرتے، نہ ہتھیار اکٹھے کرتے، نہ دن رات مسلح رہتے، نہ گرمی سردی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے تکلیفیں اٹھا کر مقابلہ کے لئے جاتے نہ اپنی جانیں دیتے، حالانکہ وہ یہ سب کچھ سارا عرصہ کرتے رہے۔

خود اسی موقعہ پر جو توکل کی ہدایت ہوئی ہے تو کس معنوں میں؟ دو گروہوں نے ارادہ کیا کہ جنگ سے واپس ہو جائیں مگر خدا نے جو اُن کا مومن ہونے کی وجہ سے ولی تھا ان کو یہ کمزوری دکھانے سے بچا لیا اور فرمایا کہ مومن اللہ پر توکل کیا کرتے ہیں تو معلوم ہوا کہ نامساعد حالات کے باوجود حق کے لئے جنگ کرنا توکل تھا اور جنگ نہ کرنا خلاف توکل تھا پس قرآن کریم نے صاف بتا دیا کہ توکل اسباب سے کام لینے کا نام ہے اسباب کو ترک کرنے کا نہیں۔ اور فی الحقیقت وہ شخص خدا پر ایمان رکھنے والا نہیں کہلا سکتا جو خدا کے پیدا کئے ہوئے اسباب سے کام نہیں لیتا۔ بلکہ حقیقت توکل یہ ہے کہ خواہ اسباب کمزور بھی نظر آئیں تو بھی اُن سے کام لو اور پھر نتیجہ کو خدا پر چھوڑ دو۔ انسان کا کام ہے کوشش کرنا، اس پر نتیجہ مترتب کرنا یہ خدا کا کام ہے تو توکل انسان کی ہمت بڑھانے والی چیز ہے اور مصائب کے نیچے اس کو ہمت ہارنے سے روکتا ہے۔ اسی لئے قرآن کریم نے توکل کے ساتھ صبر کو جمع فرمایا ہے۔ فرمایا الذین صبروا وعلیٰ ربھم یتوکلون (النحل ۱۶ - ۴۲) یا نعم اجر العٰملین الذین صبروا وعلیٰ ربّھم یتوکلون (العنکبوت ۲۹ - ۵۸ - ۵۹) یعنے عمل کرنے والوں کا کیا ہی اچھا اجر ہے جو لوگ صبر کرتے ہیں اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ یعنے انسان کا کام ہے کہ عمل یعنے بھرپور کوشش کرے اور اگرچہ حالات کیسے بھی پیدا ہوں اُن پر صبر کرے اپنے رب پر توکل کرتے ہوئے۔

حدیثوں سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اسباب سے کام لے کر پھر نتیجہ کو خدا پر چھوڑنا توکل ہے۔ رسول اللہ صلعم سے ایک شخص نے پوچھا کہ اونٹ کو اللہ پر توکل کر کے کھلا چھوڑ دوں تو آپؐ نے فرمایا اعقلھا وتوکل اس کے گھٹنے کو رسّی سے باندھ دو اور پھر توکل کرو۔ اسی طرح جو لوگ حج کے لئے بغیر اخراجات لئے جاتے تھے اور کہا کرتے تھے نحن المتوکلون یعنے ہم خدا پر توکل کرتے ہیں تو ان کو قرآن کریم نے یہ فرما کر روک دیا وتزوّدوا یعنے پورے اخراجات لیکر چلو۔ اسباب سے کام نہ لینا توکل نہیں۔ اور اس کے خلاف جن حدیثوں سے نتیجہ نکالا جاتا ہے وہ بالکل غلط ہے مثلاً یہ حدیث لو انکم تتوکلون علی اللہ حق توکلہ لرزقکم کما یرزق الطیر تغدو خماصًا وتروح بطانًا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اگر تم اللہ پر توکل کرو جو توکل کا حق ہے تو وہ تم کو رزق دے جس طرح پرند کو رزق دیتا ہے کہ صبح کے وقت بھوکا نکلتا ہے اور شام کو پیٹ بھر کر آتا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ رزق کے لئے تلاش اور کوشش کی ضرورت نہیں اس حدیث کے صریحاً خلاف ہے۔ حدیث میں اگر یہ ہوتا کہ دیکھو خدا پرندہ کو کس طرح گھونسلہ میں بیٹھے رزق پہنچا دیتا ہے تو کوئی اس کے غلط معنی لے سکتا تھا۔ وہاں تو صاف لکھا ہے کہ پرندہ صبح سے لے کر شام تک رزق کی تلاش کرتا ہے تو خدا اس کا پیٹ بھر دیتا ہے۔ تو اس کا مطلب صاف ہے کہ پرندہ کی طرح اگر تم بھی کوشش کرو گے تو خدا تم کو بھوکا نہیں رکھے گا۔

توکل دراصل انسان کو اسباب پرستی سے بچاتا ہے۔ اسباب کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اسی لئے کہ انسان اُن سے کام لے جس طرح کہ اللہ تعالیٰ اپنے تمام کام اسباب پیدا کر کے کرتا ہے اگرچہ وہ اسباب ہمیں ہر دفعہ نظر نہ بھی آئیں مگر اسباب پرستی یعنے یہ سمجھ لینا کہ اسباب ہی ہمارا کام کرتے ہیں شرک ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کے لئے دوا پیدا کی ہے اس لئے علاج معالجہ کرنا عین اللہ تعالیٰ کی تدبیر کے مطابق ہے۔ مگر یہ سمجھنا کہ دوا یا ڈاکٹر ہی ہمیں صحت دیتا ہے غلط ہے۔ اسی لئے دوسری جگہ قرآن کریم نے حضرت ابراہیمؑ کا قول دوہرایا ہے کہ واذا مرضت فھو یشفین (الشعراء ۲۶ - ۸۰) یعنے اصل شفا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ تو توکل کے یہ معنیٰ ہیں کہ اسباب سے کام لیکر نتیجہ کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دو۔ البتہ اسباب میں سے دعا بھی ہے اس لئے کوشش پوری کرو۔ اور خدا سے مدد بھی مانگو مگر پھر جو وہ فیصلہ کرے اُس پر راضی رہو۔

— * * * —

"اور جو تمہیں السلام علیکم کہے اسے یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں۔"
(ارشادِ باری تعالیٰ)

"تم میں سے بہتر وہ ہے جس کا اخلاق اچھا ہے۔"
(حدیثِ رسولؐ)

از غوّاصِ بحرِ معرفت حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام

حقیقتِ اسلام

اقسامِ حالاتِ ثلاثہ انسانی

واضح ہو کہ پہلا سوال انسان کی طبعی، اخلاقی اور رُوحانی حالتوں کے بارے میں ہے۔ سو جاننا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کے پاک کلام قرآن شریف نے تین حالتوں کی اس طرح پر تقسیم کی ہے کہ ان تینوں کے لیے علیحدہ علیحدہ تین مبدء ٹھہرائے ہیں یا یُوں کہو کہ تین سرچشمے قرار دیئے ہیں۔ جن میں سے جُدا جُدا یہ حالتیں نکلتی ہیں۔

پہلی حالت نفسِ امّارہ :

چنانچہ پہلا سرچشمہ جو تمام طبعی حالتوں کا مورد اور مصدر ہے۔ اس کا نام قرآن شریف نے "نفسِ امّارہ" رکھا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ (پ۱۳ ع۱) یعنی نفسِ امّارہ میں یہ خاصیت ہے کہ وہ انسان کو بدی کی طرف جو اس کے کمال کے مخالف اور اس کی اخلاقی حالتوں کے برعکس ہے۔ جھکاتا ہے اور ناپسندیدہ اور بد راہوں پر چلانا چاہتا ہے۔ غرض بے اعتدالیوں اور بدیوں کی طرف جانا انسان کی ایک حالت ہے۔ جو اخلاقی حالت سے پہلے اس پر طبعًا غالب ہوتی ہے۔ اور یہ حالت اس وقت تک طبعی حالت کہلاتی ہے جب تک کہ انسان عقل اور معرفت کے زیرِ سایہ نہیں چلتا۔ بلکہ چار پایوں کی طرح کھانے پینے، سونے جاگنے یا غصّہ اور جوش دکھلانے وغیرہ امُور میں طبعی جذبات کا پیرو رہتا ہے۔ اور جب انسان عقل اور معرفت کے مشورہ سے طبعی حالتوں میں تصرّف کرتا اور اعتدال مطلوب کی رعایت رکھتا ہے۔ اس وقت ان تینوں حالتوں کا نام طبعی حالتیں نہیں رہتا، بلکہ اُس وقت یہ حالتیں اخلاقی حالتیں کہلاتی ہیں جیسا کہ آگے بھی کچھ ذکر اس کا آئے گا۔

دوسری حالت نفسِ لوّامہ :

اور اخلاقی حالتوں کے سرچشمہ کا نام قرآن شریف میں "نفسِ لوّامہ" ہے۔ جیسا کہ وہ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَۃِ (پ۲۹ ع۱) یعنی میں اس نفس کی قسم کھاتا ہوں۔ جو بدی کے کام اور ہر ایک بے اعتدالی پر اپنے تئیں ملامت کرتا ہے۔ یہ نفسِ لوّامہ انسانی حالتوں کا دوسرا سرچشمہ ہے جس سے اخلاقی حالتیں پیدا ہوتی ہیں اور اس مرتبہ پر انسان دوسرے حیوانات کی مشابہت سے نجات پاتا ہے اور اس جگہ نفسِ لوّامہ کی قسم کھانا اس کو عزت دینے کے لیے ہے۔ گویا وہ نفسِ امارہ سے نفسِ لوّامہ بن کر بوجہ اس ترقی کے جنابِ الٰہی میں عزت پانے کے لائق ہو گیا۔ اور اس کا نام لوّامہ اس لیے رکھا کہ وہ انسان کو بدی پر ملامت کرتا ہے اور اس بات پر راضی نہیں ہوتا کہ انسان اپنے طبعی لوازم میں شُترِ بے مہار کی طرح چلے اور چار پایوں کی طرح زندگی بسر کرے، بلکہ یہ چاہتا ہے کہ اس سے اچھی حالتیں اور اچھے اخلاق صادر ہوں۔ اور انسانی زندگی کے تمام لوازمات میں کوئی بے اعتدالی ظہور میں نہ آوے اور طبعی جذبات اور طبعی خواہشیں عقل کے مشورہ سے ظہور پذیر ہوں۔ پس چونکہ وہ بُری حرکت پر ملامت کرتا ہے اس لیے اس کا نام نفسِ لوّامہ ہے۔ یعنی بہت ملامت کرنے والا۔ اور نفسِ لوّامہ اگرچہ طبعی جذبات پسند نہیں کرتا بلکہ اپنے آپ کو ملامت کرتا رہتا ہے۔ لیکن نیکیوں کے بجا لانے پر پُورے طور سے قادر بھی نہیں ہو سکتا۔ اور کبھی نہ کبھی طبعی جذبات اس پر غلبہ کر جاتے ہیں۔ تب گر جاتا ہے اور ٹھوکر کھاتا ہے گویا وہ ایک کمزور بچّے کی طرح ہوتا ہے جو گرنا نہیں چاہتا ہے، مگر کمزوری کی وجہ سے گرتا ہے، پھر اپنی کمزوری پر نادم ہوتا ہے۔ غرض یہ نفس کی وہ اخلاقی حالت ہے۔ جب نفس اخلاقِ فاضلہ کو اپنے اندر جمع کرتا ہے۔ اور سرکشی سے بیزار ہوتا ہے، مگر پُورے طور پر غالب نہیں آسکتا۔

تیسری حالت نفسِ مطمئنّہ :

پھر ایک تیسرا چشمہ ہے جس کو رُوحانی حالتوں کا مبدء کہنا چاہیئے۔ اس سرچشمہ کا نام قرآن شریف نے نفسِ مطمئنّہ رکھا ہے۔ جیسے کہ وہ فرماتا ہے۔ یٰٓاَیَّتُہَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ۔ (پ۳۰ ع۱۵) یعنی اے نفسِ آرام یافتہ جو خدا سے آرام پا گیا۔ اپنے خدا کی طرف واپس چلا آ۔ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی۔ پس میرے بندوں میں مل جا۔ اور میرے بہشت کے اندر آجا۔ یہ وہ مرتبہ ہے جس میں نفس تمام کمزوریوں سے نجات پا کر رُوحانی قوتوں سے بھر جاتا ہے اور خدائے تعالیٰ سے ایسا پیوند کر لیتا ہے کہ بغیر اس کے جی بھی نہیں سکتا۔ اور جس طرح پانی اُوپر سے نیچے کی طرف بہتا اور بسبب اپنی کثرت اور نیز روکوں کے دُور ہونے سے بڑے زور سے چلتا ہے۔ اُسی طرح وہ خُدا کی طرف بہتا چلا جاتا ہے۔ اسی کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ وہ نفس جو خدا تعالےٰ سے آرام پا گیا۔ اس کی طرف واپس چلا آ۔ پس وہ اسی زندگی میں نہ موت کے بعد ایک عظیمُ الشان تبدیلی پیدا کرتا ہے اور اسی دُنیا میں نہ دوسری جگہ ایک بہشت اس کو ملتا ہے۔ اور جیسا کہ اس آیت میں لکھا ہے کہ تو اپنے رَبّ کی طرف یعنی پرورش کرنے والے کی طرف واپس آ۔ ایسا ہی اس وقت یہ خُدا سے پرورش پاتا ہے۔ اور خدا کی محبت اس کی غذا ہوتی ہے اور اسی زندگی بخش چشمہ سے پانی پیتا ہے اس لیے موت سے نجات پاتا ہے۔ جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰہَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰہَا (پ۳۰ ع۱۶) یعنی جس نے ارضی جذبات سے اپنے نفس کو پاک کیا وہ بچ

گیا اور نہیں ہلاک ہوگا۔ مگر جس نے ارضی جذبات میں جو طبعی جذبات ہیں۔ اپنے تئیں چھپا دیا۔ وہ زندگی سے نا اُمید ہوگیا۔

غرض یہ تین حالتیں ہیں جن کو دوسرے لفظوں میں طبعی اور اخلاقی اور رُوحانی حالتیں کہہ سکتے ہیں۔ اور چونکہ طبعی تقاضے افراط کے وقت بہت خطرناک ہوجاتے ہیں اور بسا اوقات اخلاق اور رُوحانیت کا ستیاناس کردیتے ہیں۔ اس لیے خدا تعالےٰ کی پاک کتاب میں ان کو نفسِ امّارہ کی حالتوں سے موسوم کیا گیا۔ اگر یہ سوال ہو کہ انسان کی طبعی حالتوں پر قرآن شریف کا کیا اثر ہے اور وہ ان کی نسبت کیا ہدایت دیتا ہے اور عملی طور پر کس حد تک ان کو رکھنا چاہتا ہے، تو واضح ہو کہ قرآن شریف کے رُو سے انسان کی طبعی حالتوں کو اس کی اخلاقی اور رُوحانی حالتوں سے نہایت ہی شدید تعلقات واقع ہیں۔ یہاں تک کہ انسان کے کھانے پینے کے طریقے بھی انسان کی اخلاقی اور رُوحانی حالتوں پر اثر کرتے ہیں اور اگر ان طبعی حالتوں سے شریعت کی ہدایتوں کے موافق کام لیا جائے، تو جیسا کہ نمک کی کان میں پڑکر ہر ایک چیز نمک ہی ہوجاتی ہے ایسا ہی یہ تمام حالتیں اخلاقی ہی ہوجاتی ہیں۔ اور رُوحانیت پر گہرا اثر کرتی ہیں۔ اسی قرآن شریف نے تمام عبادات اور اندرُونی پاکیزگی کی اغراض اور خشوع خضوع کے مقاصد میں جسمانی طہارتوں اور جسمانی آداب اور جسمانی تعدیل کو بہت ملحُوظ رکھا ہے۔ اور غور کرنے کے وقت یہی فلاسفی نہایت صحیح معلوم ہوتی ہے کہ جسمانی اوضاع کا رُوح پر بہت قوی اثر ہوتا ہے۔ جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے طبعی افعال گو بظاہر جسمانی ہیں، مگر ہماری رُوحانی حالتوں پر ضرور ان کا اثر ہے۔ مثلاً جب ہماری آنکھیں رونا شروع کریں۔ اور گو تکلیف سے ہی روویں، مگر فی الفور ان آنسوؤں کا ایک شعلہ اُٹھ کر دل پر جا پڑتا ہے۔ تب دل بھی آنکھوں کی پیروی کرکے غمگین ہوجاتا ہے، ایسا ہی جب ہم تکلف سے ہنسنا شروع کردیں تو دل میں بھی ایک انبساط پیدا ہوجاتا ہے۔ یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ جسمانی سجدہ بھی رُوح میں خشوع اور عاجزی کی حالت پیدا کرتا ہے۔ اس کے مقابل پر ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ جب ہم گردن کو اُونچی کھینچ کر اور چھاتی کو ابھار کر چلیں تو یہ وضع رفتار ہم میں ایک قسم کا تکبر اور خود بینی پیدا کرتی ہے۔ تو ان نمونوں سے پُورے انکشاف کے ساتھ کھل جاتا ہے کہ بے شک جسمانی اوضاع کا رُوحانی حالتوں پر اثر ہے۔

ایسا ہی تجربہ ہم پر ظاہر کرتا ہے کہ طرح طرح کی غذاؤں کا بھی دماغی اور دلی قوتوں پر ضرور اثر ہے مثلاً ذرا غور سے دیکھنا چاہیئے کہ جو لوگ کبھی گوشت نہیں کھاتے رفتہ رفتہ ان کی شجاعت کی قوت کم ہوجاتی ہے۔ یہاں تک کہ نہایت دل کے کمزور ہوجاتے ہیں۔ اور ایک خداداد اور قابلِ تعریف قوت کو کھو بیٹھتے ہیں۔ ان کی شہادت خدا کے قانونِ قدرت سے اس طرح پر بھی ملتی ہے کہ چارپایوں میں سے جس قدر گھاس خور جانور ہیں۔ کوئی بھی اُن میں سے وہ شجاعت نہیں رکھتا جو ایک گوشت خور جانور رکھتا ہے۔ پرندوں میں بھی یہی بات مشاہدہ ہوتی ہے پس اس میں کیا شک ہے کہ اخلاق پر غذاؤں کا اثر ہے۔ ہاں جو لوگ دن رات گوشت خوری پر زور دیتے ہیں۔ اور نباتی غذاؤں سے بہت ہی کم حصہ رکھتے ہیں وہ بھی حلم اور انکسار کے خُلق میں کم ہوجاتے ہیں۔ اور میانہ روش کو اختیار کرنیوالے دونوں خلق کے وارث ہوتے ہیں۔ اسی حکمت کے لحاظ سے خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا یعنی گوشت بھی کھاؤ اور دوسری چیزیں بھی کھاؤ، مگر کسی چیز کی حد سے زیادہ کثرت نہ کرو۔ تاکہ اس کا اخلاقی حالت پر بد اثر نہ پڑے اور تاکہ یہ کثرت مضرِ صحت بھی نہ ہو۔ اور جیسا کہ جسمانی افعال اور اعمال کا رُوح پر اثر پڑتا ہے ایسا ہی کبھی رُوح کا اثر بھی جسم پر جا پڑتا ہے۔ جس شخص کو کوئی غم پہنچے آخر وہ چشم پُرآب ہوجاتا ہے۔ اور جسکو خوشی ہو آخر وہ تبسّم کرتا ہے۔ جس قدر ہمارا کھانا۔ پینا۔ سونا۔ جاگنا۔ حرکت کرنا۔ آرام کرنا۔ غسل کرنا وغیرہ افعال طبعیہ ہیں۔ یہ تمام افعال ضرور ہی ہمارے رُوحانی حالات پر اثر کرتے ہیں۔ ہماری جسمانی بناوٹ کا ہماری انسانیت سے بڑا تعلق ہے۔ دماغ کے ایک مقام پر چوٹ لگنے سے یک لخت حافظہ جاتا رہتا ہے۔ اور دوسرے مقام پر چوٹ لگنے سے ہوش و حواس رخصت ہوتے ہیں۔ وبا کی ایک زہریلی ہوا کس قدر جلدی سے جسم میں اثر کرکے پھر دل میں اثر کرتی ہے۔ اور دیکھتے دیکھتے وہ اندرونی سلسلہ جس کے ساتھ تمام نظام اخلاق کا ہے درہم برہم ہونے لگتا ہے۔ یہاں تک کہ انسان دیوانہ سا ہوکر چند منٹ میں گزر جاتا ہے۔ غرض جسمانی صدمات بھی عجیب نظارہ دکھاتے ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ رُوح اور جسم کا ایک ایسا تعلق ہوتا ہے کہ اس راز کو کھولنا انسان کا کام نہیں۔ اس سے زیادہ اس تعلق کے ثبوت پر یہ دلیل ہے کہ غور سے معلوم ہوتا ہے کہ رُوح کی ماں جسم ہی ہے۔ حاملہ عورتوں کے پیٹ میں رُوح کبھی اوپر سے نہیں گرتی، بلکہ وہ ایک نُور ہے جو نطفہ میں ہی پوشیدہ طور پر مخفی ہوتا ہے اور جسم کی نشوونما کے ساتھ چمکتا جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کا پاک کلام ہمیں سمجھاتا ہے کہ رُوح اس قالب میں سے ہی ظہور پذیر ہوجاتی ہے جو نطفہ سے رحم میں تیار ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں فرماتا ہے ثُمَّ اَنْشَأْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ (پ۱۸ ع۱) یعنی پھر ہم اس جسم کو جو رحم میں تیار ہوا تھا ایک اور پیدائش کے رنگ میں لاتے ہیں۔ اور ایک اور خلقت اس کی ظاہر کرتے ہیں جو رُوح کے نام سے موسُوم ہے اور خدا بہت برکتوں والا ہے اور ایسا خالق ہے جو کوئی اس کے برابر نہیں۔

اور یہ جو فرمایا کہ ہم اسی جسم میں سے ایک اور پیدائش ظاہر کرتے ہیں۔ یہ ایک گہرا راز ہے جو رُوح کی حقیقت دکھلا رہا ہے۔ اور ان نہایت مستحکم تعلقات کی طرف اشارہ کر رہا ہے جو رُوح اور جسم کے درمیان واقع ہیں۔ اور یہ اشارہ ہمیں اس بات کی بھی تعلیم دیتا ہے کہ انسان کے جسمانی اعمال اور اقوال اور تمام طبعی افعال جب خدا تعالیٰ کے لیے اور اس کی راہ میں ظاہر ہونے شروع ہوں تو اُن سے بھی یہی الٰہی فلاسفی متعلق ہے۔ یعنی ان مخلصانہ اعمال میں بھی ابتدا ہی سے ایک رُوح مخفی ہوتی ہے۔ جیسا کہ نطفہ میں مخفی تھی۔ اور جیسے جیسے ان اعمال کا قالب تیار ہوتا جائے۔ وہ رُوح چمکتی جاتی ہے۔ اور جب وہ قالب پُورا تیار ہوچکتا ہے تو یک دفعہ وہ رُوح اپنی کامل تجلّی کے ساتھ چمک اُٹھتی ہے اور اپنی رُوحی حیثیت سے اپنے وجُود کو دکھا دیتی ہے اور زندگی کی صریح حرکت شروع ہوجاتی ہے۔ جبھی کہ اعمال کا پُورا قالب تیار ہوجاتا ہے۔ معًا بجلی کی طرح ایک چیز اندر سے اپنی کُھلی کُھلی چمک دکھلانا شروع کردیتی ہے۔ یہ وہی زمانہ ہوتا ہے جس کی نسبت اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں مثالی طور سے فرماتا ہے۔ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ۔ یعنی جب مَیں نے اس کا قالب بنا لیا اور تجلّیات کے تمام مظاہر درُست کرلیے۔ اور اپنی رُوح اس میں پھُونک دی تو تم سب لوگ اس کے لیے زمین پر سجدہ کرتے ہُوئے گر جاؤ۔ سو اس آیت میں یہی اشارہ ہے کہ جب اعمال کا پُورا قالب تیار ہوجاتا ہے، تو اس قالب میں وہ رُوح چمک اُٹھتی ہے۔ جس کو خُدا تعالیٰ اپنی ذات کی طرف منسُوب کرتا ہے کیونکہ دنیوی زندگی کے فنا کے بعد وہ قالب تیار ہوتا ہے۔ اس لیے الٰہی روشنی جو پہلے دھیمی تھی۔ یکدفعہ بھڑک اُٹھتی ہے اور واجب ہوتا ہے کہ خدا کی ایسی شان کو دیکھ کر ہر ایک سجدہ کرے اور اس کی طرف کھینچا جائے۔ سو ہر ایک نُور کو دیکھ کر سجدہ کرتا ہے۔ اور طبعًا اس طرف آتا ہے۔ بجز ابلیس کے جو تاریکی سے دوستی رکھتا ہے۔

* * * * * * * *

جالینوس کے قلم سے :-

وَزِنُوا بِالقِسطاسِ المُستَقِیم (القرآن)

اِعدِلُوا هُوَ أَقرَبُ لِلتَّقوٰی

" دیدہ ور" کے فاضل مصنف مولانا کوثر نیازی کا ایک مضمون بعنوان "فتنہ تکفیر کی کرشمہ سازیاں اور علمائے سوء کا کردار" جو جنگ کے گذشتہ سال کے کسی شمارہ میں شائع ہوا ہے نظر سے گذرا۔ اس مضمون کی افادیت مسلّم ہے اور اس پر فاضل مضمون نگار تشکر و امتنان کے مستحق ہیں۔ مضمون تو سارے کا سارا ہی اس قابل ہے کہ من وعن یہاں پر درج کر دیا جائے مگر میں محض اختصار کے پیشِ نظر چند ٹکڑے ہدیۂ قارئین کرتا ہوں۔

اوّل

بخاری شریف (جلد اول باب استقبال القبلہ) میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

"جو شخص ہماری طرح نماز پڑھتا ہے۔
ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرتا ہے
اور ہمارا ذبیحہ کھاتا ہے وہ مسلمان ہے اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی حفاظت اسکو حاصل ہے پس اے مسلمانو! اس کو کسی قسم کی تکلیف دے کر اللہ تعالیٰ کو اس کے عہد میں جھوٹا نہ بناؤ۔"

دوم :-

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اپنی مشہور عالم کتاب حجۃ اللہ البالغہ (جلد اصفحہ ۳۲۲) میں حضورؐ کی ایک حدیث نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :-

"ایمان کی تین جڑیں ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ جو شخص لا الٰہ الا اللہ کہہ دے تو اس کے ساتھ کسی قسم کی لڑائی نہ کرو۔ اسکو کسی گناہ کی وجہ سے کافر نہ بنا اور اسلام سے خارج مت قرار دے۔"

سوم :-

امام طبرانی کہتے ہیں حضورؐ نے اسلام کو دس اجزاء پر منقسم کیا تھا اور فرمایا تھا کہ :-

"اسلام کے دس حصے ہیں جس شخص کے حصے میں ایک حصہ نہ آیا وہ تباہ ہو گیا پہلا حصہ یہ ہے کہ جو شخص کلمہ طیبہ پڑھ لیتا ہے وہ ملّتِ اسلامیہ میں داخل ہو جاتا ہے۔" (کنز العمال)

چہارم :-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر ہے :-

۱۔ شہادت اس بات کی کہ نہیں کوئی معبود مگر اللہ تعالیٰ اور شہادت اس کی کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

۲۔ نماز قائم کرنا

۳۔ زکوٰۃ دینا۔

۴۔ حج کرنا۔

۵۔ رمضان کے روزے رکھنا۔

بنظر انصاف دیکھا جائے تو مسلمانوں کا کون سا گروہ ایسا ہے جو ان بنیادی عقیدوں پر یقین نہیں رکھتا۔ سبھی کو ان اصولوں پر دل سے اتفاق ہے صرف بعض تشریحات، فروعات میں جھگڑے ہیں جو اختلافِ عقل کی وجہ سے عین فطری ہیں بنیادی اصولوں کو چھوڑ کر محض نزاعات کو اچھالنا نہ دین کی خدمت ہے نہ ملت کی۔

پنجم :

کسی مسلمان کو کافر قرار دیدینا انتہا درجے کی شقاوت اور سنگدلی ہے یہی وجہ ہے کہ سلف کے اکابر علماء و فقہاء اس سلسلے میں بے حد محتاط تھے مشہور حنفی فقیہہ علامہ شامی نے اپنی کتاب "ردالمحتار" میں لکھا ہے کہ :-

"ایک مسلمان کے کسی قول اور عقیدے کی سو تاویلیں ممکن ہوں جن میں سے ننانوے کفر کی ہوں اور صرف ایک احتمال ایمان کا ہو تو اس کی تکفیر جائز نہیں۔"

ششم :-

مشہور صوفی بزرگ حضرت گنگوہیؒ تو اس سے بھی آگے بڑھ گئے انہوں نے اپنے مکتوب "انوار القلوب" میں فقہاء کے اس قول کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا :-

"یہ قول فقہاء ننانوے احتمال کا تحدیدی نہیں ہے بلکہ اگر کسی کے کلام میں ہزار احتمال ہوں جن میں سے نو سو ننانوے احتمالات کفریہ ہوں اور صرف ایک احتمال ایمان کا ہو تو اس کی بھی تکفیر جائز نہیں۔"

ہفتم :

تاریخ کے اوراق الٹے جائیں تو یہ تماشا نظر آتا ہے کہ مسلمانوں میں جتنی تاریخ ساز شخصیتیں پیدا ہوئیں جن کے تذکرے حذف کر دیئے جائیں تو خدمت اسلام کا باب اپنے سرعنوان سے ہی محروم ہو جاتے وہ سب کی سب اپنے اپنے زمانے میں بعض ظالم فتویٰ نگاروں کی نوازشات کا شکار ہو چکی ہیں ـ ـ ـ ایسی ہستیاں جن پر کفر کے فتوے لگائے گئے ان کی فہرست میں یہ نام بھی دکھائی دیتے ہیں :-

"حضرت ابوبکرؓ۔ حضرت عمرؓ۔ حضرت عثمانؓ۔ حضرت علیؓ۔ حضرت امام حسینؓ۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ۔ حضرت امام مالکؒ۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ۔ حضرت امام شافعیؒ۔ حضرت جنید بغدادیؒ۔ حضرت شبلیؒ۔ حضرت ذوالنون مصری۔ حضرت منصورؒ۔ شیخ محی الدین ابن عربیؒ۔ حضرت عبدالقادر جیلانیؒ۔ حضرت بایزید بسطامیؒ

حضرت داتا گنج بخش رح۔ حضرت مجدد الف ثانی رح۔ خواجہ نظام الدین اولیاؒ۔ حضرت امام غزالیؒ۔ حضرت امام بخاری رح۔ ۔ ۔ ۔ (۳۳ بزرگانِ دین کے اسماء درج کئے گئے ہیں)

اس کے بعد مولانا فرماتے ہیں:۔

"جب بھی ماضی میں (اور حال میں بھی) کوئی مجتہد وقت اور احیائے ملت کا طلبگار اُٹھ کھڑا ہوا اور ملت کے حضور اپنی دانائیوں، ہوش مندیوں اور افکار عالیہ کا تحفہ نذر لایا تو علمائے تنگ نظر کا یہ گروہ تکفیر کے مسموم ہتھیاروں سے مسلح ہو کر اس کے راستے میں آن کھڑا ہوا"

ہشتم:

"غرضیکہ علماء کا یہ گروہ تنگ نظر بنو امیہ۔ بنو عباس، سلجوقیوں، فاطمیوں، صفویوں، سامانیوں، غزنویوں، غوریوں اور مغلوں کے ادوار میں ہمیشہ ہر اس روشنی کی کرن کا دشمن رہا ہے جس سے ملت کے اندھیرے چھٹنے کا اسے گمان ہوا۔ انہوں نے کبھی اجالوں کو سینے سے نہیں لگایا۔ انہوں نے کبھی فکر کے آفتابوں اور ماہتابوں کو خوش آمدید نہیں کہا۔ انہوں نے افقِ ملت پر نمودار ہونے والے کسی بھی ستارے کے پھوٹنے والے نور سے عوامی دھند لکے دور کرنے میں مدد نہیں کی"

نہم:

"مگر افسوس کہ پاکستان بننے کے کچھ عرصہ بعد فرقہ واریت نے فضا کو پھر سے مسموم بنا دیا اور پیشہ ور واعظوں نے ایسے ایسے تعصبات کھڑے کر دیئے کہ اختلافِ عقیدہ کی وجہ سے ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے مصافحہ کرنے تک کا روادار نہ رہا۔ مسجدوں پر تختیاں لگا دی گئیں کہ یہاں فلاں اور فلاں فرقے کے لوگ نماز ادا نہیں کر سکتے۔ ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ کچھ عرصے سے یہ فضا خراب سے خراب تر ہو رہی ہے۔ بریلوی۔ دیوبندی اور شیعہ سُنّی کو ہوا دی جا رہی ہے فتنۂ تکفیر ایک بار پھر زوروں پر ہے"

دہم:

"یہ تو پہلے ادوار کی بات تھی انگریزوں کے عہد غلامی کا جائزہ لیا جائے یا خود اپنے عہد آزادی کا تو اس میں زوال اور انحطاط کی دوسری علامتوں کے علاوہ تکفیر کی مہم بھی پورے جوبن پر نظر آتی ہے پہلے محض چند گنے چنے علمائے سوء اپنی ذاتی مصلحتوں کے تحت فتوی فروشی کا کاروبار کرتے تھے اب جماعتوں کی جماعتوں نے کفر سازی کے کارخانے کھول لئے"

- بھٹو دور کے سابق وزیر مذہبی امور کے مندرجہ بالا ارشادات نقل کرنے کے بعد چند گذارشات ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جن امور سے منع کیا ہے ان میں سے ایک یہ ہے۔

(۱) ویقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل ویفسدون فی الارض ط اولئک ھم الخسرون" (البقرۃ - ۲۷)

این گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند

۲۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ:

- ولا یجرمنکم شنأن قوم علیٰ الا تعدلوا - اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ۔ (المائدہ - ۸)

کسی جماعت کی دشمنی میں اس حد تک نہ بڑھو کہ عدل و انصاف کا خون ہو جائے۔

کیا ماضی میں کبھی ایسا ہوا ہے کہ آپکے دامن پر بھی لاکھوں کلمہ گو مسلمانوں کے کفر کے چھینٹے ہوں۔

۳۔ حضرت شعیبؑ کا وعظ ذیل میں درج کیا جاتا ہے جو قرآن کریم میں یوں درج ہے۔ اور اس پر غور کرنے کی دعوت دی جاتی ہے۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وزنوا بالقسطاس المستقیم۔

ولا تبخسوا النّاس اشیآءھم ولا تعثوا فی الارض مفسدین۔

(الشعراء)

- حضرت شعیبؑ کی قوم نے لینے کے لئے اور دینے کے لئے اور باٹ رکھے ہوئے تھے۔ خود لیتے تو زائد لیتے اور دوسروں کو دینے کا وقت آتا تو کم دیتے۔ اسے فساد اور بغاوت کی راہ قرار دیا گیا ہے۔
- کاش ہم سب کے لئے ایک ہی جیسے باٹ رکھیں اور عدل و انصاف کا دامن نہ چھوڑیں اور ہر ابن آدم جو کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھے اُسے مسلمان یقین کریں۔

—— * * * * ——

"خدا نے مجھے دنیا میں اس لئے بھیجا تا کہ میں حلم اور خُلق اور نرمی سے گم گشتہ لوگوں کو خدا اور اس کی پاک ہدایتوں کی طرف کھینچوں اور وہ نُور جو مجھے دیا گیا ہے اس کی روشنی سے راہِ راست پر لوگوں کو چلاؤں"

حضرت مجدد صد چہار دہم

باہتمام المدہ پرنٹرز اردو بازار لاہور سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر اللہ بخش)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور مورخہ ۱۴ مارچ ۱۹۸۴ء، جلد ۷۱، شمارہ ۱۱

رجسٹرڈ ایل ۸۳۰
تار کا پتہ - تبلیغ
فون - ۵۲۷۳۷
مدیر اعزازی
پروفیسر خلیل الرحمٰن
بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید
دپائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد
دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کردیگا
الہامات حضرت مسیح موعود
نائب مدیر
عبدالرؤف کھوکھر
سالانہ چندہ
پاک و ہند سے تیس روپے
بیرونی ممالک سے دو پونڈ (علاوہ ڈاک)

جلد: ۷۱ | یوم چہارشنبہ، ۱۸ جمادی الثانی ۱۴۰۴ھ بمطابق ۲۱ مارچ ۱۹۸۴ء | شمارہ ۱۲

ارشادات حضرت مجدد صد چہاردھم

ایک بے وفا شخص کسی قدر و منزلت کے قابل نہیں

"میں نصیحت کرتا ہوں کہ آپ نے جو تعلق مجھ سے پیدا کیا ہے (خدا تعالےٰ اس میں برکت ڈالے) اس کو بڑھانے اور مضبوط کرنے کی فکر میں ہر وقت لگے رہیں لیکن یاد رہے کہ صرف اقرار ہی کافی نہیں جب تک عملی رنگ سے اپنے آپ کو رنگین نہ کیا جاوے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنّا وھم لا یفتنون۔

یعنے کیا انسانوں نے گمان کرلیا ہے کہ ہم اٰمنّا ہی کہہ کر چھٹکارا پالیں گے اور کیا وہ آزمائش میں نہ ڈالے جائیں گے۔ سو اصل مطلب یہ ہے کہ یہ آزمائش اسی لئے ہے کہ خدا تعالےٰ دیکھنا چاہتا ہے کہ آیا ایمان لانے والے نے دین کو ابھی دنیا پر مقدم کیا ہے یا نہیں۔

آجکل اس زمانہ میں جب لوگ خدا تعالےٰ کی راہ کو اپنے مصالح کے خلاف پاتے ہیں یا بعض جگہ حکام سے ان کو کچھ خطرہ ہوتا ہے تو وہ خدا کی راہ سے انکار کر بیٹھتے ہیں ایسے لوگ بے ایمان ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ فی الحقیقت خدا ہی احکم الحاکمین ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ خدا تعالےٰ کی راہ بہت دشوار گذار ہے اور یہ بالکل سچ ہے کہ جب تک انسان خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنی کھال اپنے ہاتھ سے نہ اتار لے تب تک وہ خدا تعالےٰ کی نگاہ میں قبول نہیں ہوتا۔ ہمارے نزدیک بھی ایک بیوفا نوکر کسی قدر و منزلت کے قابل نہیں۔ جو نوکر صدق اور وفا نہیں دکھلاتا وہ کبھی قبولیت نہیں پاتا۔ اسی طرح جناب الٰہی میں وہ شخص پرلے درجہ کا بے ادب ہے جو چند روزہ دنیوی منافع پر نگاہ رکھ کر خدا تعالےٰ کو چھوڑتا ہے۔"

(ملفوظات جلد ہفتم صفحہ ۲۹)

دُعا کو مضبوطی سے پکڑلو۔

میں یقین رکھتا ہوں اور اپنے تجربہ سے کہتا ہوں کہ پھر اللہ تعالیٰ ساری مشکلات کو آسان کردیتا لیکن مشکل یہ ہے کہ لوگ دعا کی حقیقت سے ناواقف ہیں اور وہ نہیں سمجھتے کہ دعا کیا چیز ہے۔ دعا یہی نہیں کہ چند لفظ منہ سے بڑبڑا دیئے یہ تو کچھ بھی نہیں۔ دعا اور دعوت کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کو اپنی مدد کے لئے پکارنا...

(ملفوظات جلد ہفتم)

عالینوس کے قلم سے

اے ماؤ، بہنو، بیٹیو!

★ درحقیقت اسلام کی تعلیمات میں مرد اور عورت کو مساوی رکھا گیا ہے اور اکثر مقامات پر قرآن کریم میں جہاں احکامات خداوندی پر عمل کی دعوت دی گئی ہے وہاں مومنین اور مومنات کو اکٹھا ہی مخاطب کیا گیا ہے۔ اور اعمال کی جوابدہی میں بھی دونوں یکساں ذمہ داری رکھتے ہیں۔ صنف نازک ہونے کے اعتبار سے مرد کو نگران مقرر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے انتظامی اور عائلی معاملات میں الرجال قوامون علی النساء کہہ کر مرد کی ذمہ داریوں اور جوابدہی کی طرف اشارہ فرمادیا ہے کہ اکثر و بیشتر مرد ہی اپنے پریوار کے لئے اور تمام ان افراد کے لئے جو اس کے خاندان میں اس کی ذمہ داریوں تلے آتے ہیں روزی کما کر لانے کا ذمہ دار ہوتا ہے اس کے باوصف شریعت کے معاملات کو پورا کرنے میں، اوامر و نواہی کی بجا آوری میں اور حقوق کے حصول میں اور روز جزا اپنے اعمال کے حساب کتاب میں دونوں یکساں مقام رکھتے ہیں۔

★ قرآن کریم میں عورتوں کے تمام معاملات بہت وضاحت اور صراحت سے بیان کئے گئے ہیں بعض معاملات پر اخبارات اور جرائد بحث و مباحثہ کرتے رہتے ہیں اور بعض معاملات جو نجی اور مخفی حالات سے تعلق رکھتے ہیں گو ان کا بھی از روئے شریعت بیان کیا جانا ضروری ہے مگر مصلحتاً اور حیا کے مانع آجانے سے انہیں عورتوں پر ہی چھوڑا جاتا ہے کہ وہ خود کتب اور رسائل سے استفادہ کرلیا کریں کہ انہیں خود بھی اپنے ذمہ تمام امور کو پورا کرنے اور ان کے لئے جوابدہی کی تیاری فرض سمجھنا چاہیئے۔ سورۃ نور سے چند امور پیش کئے جاتے ہیں اس کے بعد عورتوں سے متعلق بعض معاملات پر علماء کی رائے پیش کی جائیگی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

"تو مومنوں سے کہہ دے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنے حیاء کے مقامات کی حفاظت کریں یہ ان کے لئے زیادہ پاکیزگی کا موجب ہوگا۔ یقیناً جو کچھ وہ کرتے ہیں خدا تعالیٰ اس سے بخوبی باخبر ہے اور تو مومن عورتوں سے بھی کہہ دے کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھا کریں اور ظاہر نہ کیا کریں اپنی زینت کے مقامات کو سوائے اس کے جو از خود ظاہر ہو اور اوڑھ لیا کریں اپنے دوپٹوں کو اپنے گریبانوں پر اور نہ ظاہر کریں اپنی زینتیں سوائے اپنے خاوندوں، باپوں، سسر، بیٹوں اور اپنے خاوند کے پہلے بیٹوں، بھائیوں، بھتیجوں، بھانجوں کے علاوہ کسی اور پر۔ اور اپنے خاندان کی عورتوں، نوکر، نوکرانیوں یا مردوں میں سے ایسے آنے جانے والوں پر جو خواہشات نہ رکھتے ہوں یا ان بچوں پر جو ابھی عورتوں کے مخفی حالات سے واقف نہیں ہیں اور نہ زور سے پاؤں مار کر چلیں تاکہ ان کی مخفی زینت کا اظہار ہو۔ اور تم سب مل کر خدا کی طرف جھکو اے مومنو! تاکہ تم فلاح پا سکو" (سورۃ نور ۳۰ - ۳۱)

★ ایک مسلمان عورت کے لئے شریعت کی پابندی اسلام کے بنیادی ارکان پر عمل، اعلائے کلمۂ اسلام کے لئے انفاق فی سبیل اللہ، معاشرہ میں پیدا شدہ عیوب کو دور کرنا اور آخر میں جہاد فی سبیل اللہ میں شرکت کرنا تمام کو ضروری قرار دیا گیا ہے اور اسلام کے ظہور کے وقت بھی اور بعد میں بھی ایسی ایسی عظیم مستورات پیدا ہوتی رہی ہیں جنھوں نے اسلام کے علم کی سربلندی کے لئے بہت قربانیاں دی ہیں۔ اور آج بھی ہمارے اندر ایسی عظیم عورتیں موجود ہیں جو بہت سے مردوں سے بڑھ چڑھ کر دین کے لئے قربانیاں دینے کے لئے مستعد رہتی ہیں اور سب سے بڑھ کر اسلام کی روح کو آئندہ نسل میں پیدا کرنا اور اس رنگ کو قائم رکھنا جسے صبغۃ اللہ کہا گیا ہے۔ ہر نسل کی ماؤں کی ذمہ داری ہے کیونکہ ہر بچہ کے لئے پہلا مکتب اور مدرسہ ماں کی گود ہے اگر ایک ماں اپنے دودھ کے ساتھ ساتھ روح اسلام بھی اپنے بچہ میں منتقل کرتی ہے تو ماں کی گود ہی اس بچہ کے لئے دبستان اسلام بن سکتا ہے کیونکہ بچپن میں بچہ کے دماغ اور حواس نرم و نازک ہوتے ہیں اور نرم و نازک چیز پر نقش بہت جلدی بیٹھ جاتا ہے۔ مشہور زمانہ مفکر برٹرینڈ رسل نے کہا ہے کہ:-

"مشرق کے لوگ جس عمر میں بچہ کو مدرسہ بھیجتے ہیں اس عمر میں بچہ بہت کچھ سیکھ چکا ہوتا ہے"

★ عورت کی ذمہ داری تو اس قدر بڑی ہے کہ اس کے بیان کے لئے ایک بہت طویل مضمون کی ضرورت ہے میرے مختصر نوٹ اس کے متحمل نہیں ہوسکتے اور پھر میرا علم بھی اس قدر وسیع نہیں ہے جس قدر وسیع عورت کی ذمہ داریوں کی داستان ہے۔ میں اپنی مخاطب خواتین کو مندرجہ ذیل عورتوں کی زندگیوں کو پڑھنے کی دعوت دیتا ہوں۔

۱۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام کی والدہ (اُم موسیٰؑ)

۲۔ حضرت عیسےٰ کی والدہ (مریمؑ)

۳۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ (ہاجرہؑ)

پہلی دو عورتیں باوجود نبی نہ ہونے کے خدا تعالیٰ کی وحی اور اس کے کلام سے مشرف کی گئیں اور تیسری عظیم عورت کے قدموں پر قدم رکھ کر طواف اور سعی کرنے سے ہی ہمارا حج بارگاہِ خداوندی میں مقبول ہوتا ہے۔ اس سے ان کی عظمت اور خدا کے حضور میں ان کی رسائی کا علم ہوسکتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جہاں اپنے دو نبیوں کی بیویوں کے خائن ہونے کا ذکر فرمایا ہے (حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی) وہاں مومنوں کے لئے بطور مثال کے دو عظیم عورتوں (فرعون کی بیوی اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی والدہ مریمؑ) کا ذکر فرما کر عورتوں کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی دعوت دی ہے۔ ابتدائے اسلام میں ایسی ایسی عظیم عورتوں کے نقش قدم ملتے ہیں جن پر آج بھی صنف نازک کا

بقیہ صفحہ

اللہ تعالیٰ کو کس طرح دیکھا اور اُس پر یقین پیدا کیا جا سکتا ہے

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۷ فروری سنہ ۱۹۸۴ء فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بمقام مسجد احمدیہ کراچی

تشہد و ... اور سورۃ یوسف کی آیت ۱۰۸ "قل ھٰذہٖ سبیلیٓ ادعوٓا الی اللّٰہ ..... الخ" اور سورہ حٰمٓ السجدہ کی آیات ۳۳ تا ۳۵ "ومن احسن قولا ممن دعآ الی اللّٰہ ..... یلقّٰھا الا ذو حظ عظیم" کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

میں نے قرآن کریم کی یہ آیات دو مختلف مقامات سے پڑھی ہیں۔ پہلی آیت سورۃ یوسف کی ہے اور دوسری آیات سورۃ السجدہ کی ہیں۔ ان کے مضمون کے متعلق میں کچھ بعد میں عرض کروں گا

اس سے قبل آپ نے فرمایا کہ ایک کافی لمبے عرصہ کے بعد مجھے اپنے کراچی کے بھائیوں سے باتیں کرنے کی خوشی اور سعادت نصیب ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے میری دعا ہے کہ وہ مجھے وہ کچھ کہنے کی توفیق دے جو اس کی نظر میں پسندیدہ ہو اور جس کا مجھے اور آپ سب کو بھی فائدہ ہو۔

ان آیات میں جو میں نے اس وقت پڑھی ہیں میرے خیال کے مطابق ایک سب سے زیادہ ضروری امر کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جس کی اس زمانہ میں سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ میں اپنے احباب کو اسی کی یاد دہانی کرانا چاہتا ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ "فذکر ان نفعت الذکرٰی" کہ تو یاد دہانی کراتا رہ کیونکہ یاد دلانے اور نصیحت کرنے سے ضرور فائدہ ہوتا ہے جس خاص بات کا ان آیات میں ذکر ہے اس کا گہرا تعلق ہماری تحریک یعنی تحریک احمدیت سے ہے۔ اور جو غرض و غائیت ان آیات میں بیان ہوئی ہے وہی اغراض و مقاصد پورا کرنے کے لئے ہماری تحریک کی ابتدا ہوئی۔

سورۃ یوسف کی آیت میں جو میں نے پہلے پڑھی ہے آنحضرت صلعم کو یہ کہنے کا حکم ہوا ہے کہ تو ان لوگوں سے کہہ دے کہ میرا تو یہی راستہ ہے کہ میں تمہیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ میری اس دنیا میں آنے کی اس کے سوا اور کوئی غرض نہیں کہ "ادعوا الی اللّٰہ" آنحضرت صلعم نے جس وقت یہ اعلان فرمایا اس وقت نہ صرف ملک عرب بلکہ ساری دنیا ضلالت اور گمراہی میں غرق تھی اس زمانے میں چاروں طرف پھیلی ہوئی تاریکی کے متعلق آپ جانتے اور تاریخ کی کتابوں میں پڑھ چکے ہیں۔ یہ وہ زمانہ ہے جس میں اقوام عالم کو آپ اللہ تعالیٰ کے پیغام یعنی قرآن کریم کی طرف دعوت دینے اور اسے ان تک پہنچانے کے لئے مبعوث ہوئے۔ اس کے ساتھ آپ نے فرمایا کہ یہ میری بنائی ہوئی باتیں نہیں بلکہ یہ اسی ہستی کا بنایا ہوا راستہ اور ہدایت ہے جس کے وجود پر مجھے بصیرت حاصل ہے۔ میں نے اسے ان ظاہری آنکھوں سے نہیں بلکہ اپنے اندر کی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔ انسان ان مادی اشیاء کو اپنی ظاہری آنکھوں سے دیکھ کر ان کی موجودگی پر یقین کر لیتا ہے لیکن اللہ کی ذات کو ان ظاہری آنکھوں سے نہیں دیکھا جا سکتا۔ اسے دیکھنے کے لئے ایک اندر کی نگاہ اور روشنی کی ضرورت ہے جسے بصیرت کہا جاتا ہے جس کسی کی یہ اندر کی آنکھ روشن ہو وہی اس کو دیکھ سکتا اور اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے

آنحضرت صلعم نے صرف یہی نہیں فرمایا کہ "علی بصیرۃ انا" کہ صرف مجھے ہی یہ بصیرت حاصل ہے بلکہ اس کے ساتھ ہی یہ خوشخبری بھی دی ہے "ومن اتبعنی" جو لوگ میری پیروی کرتے اور میرے نقش قدم پر وفاداری کے ساتھ اپنا قدم رکھتے ہیں انہیں بھی یہ بصیرت حاصل ہو جاتی ہے۔ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی موجودگی کو محسوس کر سکتے ہیں۔ میں اور میرے ساتھی جو میری پیروی کرتے ہیں ہم سب اللہ کی ہستی اور قدرتوں کو چونکہ دیکھ چکے ہیں اور ہمیں اس پر یقین ہے اس لئے ہم یہی یقین اور ایمان دوسرے لوگوں کے دلوں میں بھی پیدا کرنا چاہتے ہیں اور انہیں بھی اندھیروں سے روشنی کی طرف لانا چاہتے ہیں اللہ کو کس طرح دیکھا اور اس پر یقین پیدا کیا جا سکتا ہے اس کا ذکر ایک حدیث میں ہے اس حدیث کے مطابق جب آپؐ سے یہ سوال کیا گیا "ما الاحسان" کہ احسان کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا "ان تعبد اللّٰہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک" کہ تو اللہ کی ایسی عبادت کر کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تجھے ابھی یہ مقام حاصل نہیں تو تیرے دل میں کم از کم یہ یقین ہو کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ اس طرح آپ نے یہ بتا دیا کہ ہر ایک انسان اس طرح عبادت کرے کہ گویا وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔ آپؐ کے زمانے میں جتنے بھی صحابہ کرامؓ تھے ان سب نے اللہ کو دیکھا۔ ان کو بصیرت حاصل ہوئی اور سب کی زبان پر یہ الفاظ جاری ہو گئے کہ "سبحٰن اللّٰہ وما انا من المشرکین" جس خدا کو ہم نے دیکھا ہے وہ تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے اسکی ذات و صفات میں کوئی اس کا ہمسر اور شریک نہیں۔ یعنی اللہ کی توحید ان کے دلوں پر نقش ہو گئی۔ اسی توحید کو دنیا میں قائم کرنے اور اللہ کی ہستی کو ثابت کرنے اور دوسروں کو دکھانے کے لئے آپ اور آپؐ کے صحابہؓ ہر قربانی کے لئے تیار ہو گئے اور سب کے سب داعی الی اللہ بن گئے کیونکہ یہی دعوت الی اللہ کا وہ راستہ تھا جو حضرت نبی اکرم صلعم نے ان کو بتایا تھا۔

آپؐ کے بعد آپ کی امت میں بڑے بڑے صلحاء پیدا ہوتے رہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا اور اسے دکھانے کے لئے لوگوں کو اپنے پاس آنے کی دعوت دیتے رہے۔ یہ آنحضرت صلعم کا بنایا ہوا راستہ ہے اس لئے ہر اس شخص کا بھی جو آپؐ کا سچا متبع ہے۔ یہی راستہ ہونا چاہیئے کہ وہ دعوت الی اللہ کا کام کرے۔ یہی دعوت الی اللہ کا کام ہماری جماعت کی بنیاد ہے

اور یہی ہم سب کی غرض ہے

آپ نے فرمایا کہ جس شخص کے ہاتھ میں ہم نے اپنا ہاتھ دیا ہے وہ اس زمانے کا امام اور مامور من اللہ تھا۔ آپ بھی ایسی تاریکی کے زمانہ میں تشریف لائے کہ حضرت نبی کریم صلعم کی دکھائی ہوئی راہ گم ہو چکی تھی۔ قرآن کریم کا جمال و حسن لوگوں کی آنکھوں سے اوجھل ہو چکا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث

لایبقیٰ من الاسلام الا اسمہ ولا من القرآن الا رسمہ

کے مطابق کہ اس زمانے میں اسلام کا صرف نام ہی رہ جائے گا۔ اور قرآن صرف رسمی طور پر پڑھا جائے گا۔ اسلام اور قرآن پر عمل باقی نہیں رہا تھا۔ اس زمانے میں جب مسلمان ذلت اور پستی کی انتہا کو پہنچے ہوئے تھے اللہ تعالیٰ نے تجدید دین کے لئے اپنے اس بندے کا انتخاب کیا جس کا قدم حضور صلعم کے قدم مبارک پر تھا۔ اور جو آپ کا سچا عاشق اور سب سے بڑھ کر متبع تھا۔ آپ نے تجدید دین کے بے شمار کام کئے آپ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے قرآن کریم کے اندر پوشیدہ رازوں کو افشا کیا۔ قرآن کریم کا ایک نیا فہم لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ ان غلط عقائد سے جو ایک لمبا عرصہ گذر جانے کی وجہ سے اسلام میں داخل کر دیئے گئے تھے اسلام کو پاک کیا۔ رفتہ رفتہ آپ کے اردگرد کچھ لوگ جمع ہو گئے اور جو بصیرت آپ کو حاصل تھی وہی اپنے ان ساتھیوں میں بھی پیدا کر دی۔

آپ اور آپ کے ان ساتھیوں نے یہی بصیرت جو انہیں حاصل ہو چکی تھی دوسروں تک پہنچانے کی کوشش کی جس طرح آنحضرت صلعم کے ہاتھ پر ہاتھ رکھنے والا اور آپ کے راستے کو اپنانے والا داعی الی اللہ اور مبلغ بن گیا اسی طرح یہ کیفیت حضرت صاحب کی جماعت میں بھی پیدا ہو گئی۔ اس جماعت کے ہر فرد کے اندر خواہ وہ کسی بھی شعبہ زندگی سے تعلق رکھتا تھا اس تعلق اور بصیرت کی برکت اور جذبہ و ذوق و شوق کی وجہ سے جو اس مامور الٰہی نے ان کے اندر پیدا کیا دعوت الی اللہ کا شوق پیدا ہو گیا۔ جماعت کا ہر ایک آدمی مبلغ تھا ہر ایک کے اندر یہ جوش اور حرارت تھی کہ وہ لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے اور وہ بے خوف و خطر تبلیغ کرتے تھے۔ ان لوگوں کے تبلیغی کارناموں کے متعلق آپ کئی بار سن چکے ہیں۔ یہ کام مامور الٰہی نے اس زمانے میں کیا اور جس طرح آپ نے کیا کسی اور کو اس طرح توفیق نہیں ملی۔

مسلمان مدتوں آپ کی خدمات سے جو آپ نے اسلام اور قرآن کے غلبہ کے لئے انجام دیں غافل تھے بلکہ آپ کے پیش کردہ نظریات کی انہوں نے شدید مخالفت کی اور آج تک کر رہے ہیں۔ اب جبکہ ان کو حضرت صاحب کے کارناموں کا علم ہوا ہے مسلمانوں میں بہت سی جماعتیں اٹھ کھڑی ہوئی ہیں اور انہوں نے تبلیغ اسلام کے میدان میں قدم رکھا ہے لیکن جو اسلام دنیا کے سامنے وہ پیش کر رہی ہیں وہ دلوں کو اپیل نہیں کرتا۔ اس میں آج کی دنیا کے مسائل کا حل قطعاً موجود نہیں۔ دنیا کو اس وقت ایک ایسے مذہب کی ضرورت ہے جو لوگوں کے دلوں اور ان کی عقل و شعور کو اپیل کرے۔ ایسا قابل قبول اسلام اور قرآن کی تفسیر جس کے اندر نور اور روشنی ہے اور جو لوگوں کو اپنی طرف کھینچ سکتی اور انہیں مطمئن کر سکتی ہے

وہ اگر کہیں سے مل سکتی ہے تو یہیں سے ملے گی اور کہیں سے نہیں مل سکتی۔ حضرت صاحب ازالہ اوہام کے صفحہ $\frac{۷۷۳}{۲۸۶}$ پر اس کے متعلق قطعی طور پر فرماتے ہیں:۔

”میں چاہتا ہوں کہ ایک تفسیر بھی انگریزی میں ترجمہ کرا کر ان کے (یورپ کے لوگوں) پاس بھیجی جائے۔ میں اس بات کو صاف صاف بیان کرنے سے رہ نہیں سکتا کہ یہ کام میرا ہے دوسرے سے ہرگز ایسا نہیں ہوگا جیسے مجھ سے یا جیسا اس سے جو میری شاخ ہے اور مجھ میں ہی داخل ہے“

آپ کے اس دعوٰی کی صداقت آج تک ثابت ہو رہی ہے۔ قرآن کریم کی وہی تفسیر مقبول ہے جو حضرت صاحب یا آپ کے خادموں کے ذریعے سے ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کے کلام کو دنیا میں پہنچانے کا کام تمام کاموں سے احسن کام ہے کیونکہ یہی دعوت الی اللہ کی اساس ہے۔ اور اسی سے لوگوں کو خدا دکھایا جا سکتا ہے اس کا ذکر سورۃ السجدہ کی اس آیت میں ہے۔ ”ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ وعمل صالحا وقال اننی من المسلمین“ اور اس سے بہتر کس کی بات ہے جو اللہ کی طرف بلاتا ہے اور اچھے کام کرتا ہے اور کہتا ہے میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔ اللہ کے نزدیک سب سے اچھا کام یہی ہے پہلے داعی الی اللہ حضرت نبی کریم صلعم جیسا عظیم شخص اور آپ کی جماعت تھی۔ اس زمانہ میں اسی کام کو حضرت صاحب اور آپ کی جماعت نے حضرت نبی کریمؐ کی اتباع میں اپنے ہاتھ میں لیا اور بطریق احسن انجام دیا۔ اب یہ کام ہمارے سپرد ہوا ہے جسے ہم بقدر استطاعت اور وسعت وسائل جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اگرچہ ہم اسے اس معیار اور رفتار پر نہیں کر رہے جس پر ہمارے بزرگوں نے کیا لیکن ہم اللہ کے بے حد شکر گذار ہیں کہ وہ ہماری حقیر سی کوششوں کو بھی پھل لگاتا اور ان میں برکت رکھتا ہے اور ہم اس کی رحمت اور تائید کے نشان مسلسل اور متواتر دیکھتے رہتے ہیں۔

اگرچہ یہ کام بہت ہی اچھا ہے کیونکہ اللہ سے سب سے اچھا کام کہتا ہے لیکن جو کام جتنا اچھا ہوتا ہے اتنا ہی مشکل بھی ہوتا ہے اور اس کو کرنے کے لئے کچھ شرائط بھی ہوتی ہیں۔ داعی الی اللہ کے لئے جو سب سے بڑی شرط یہاں بیان ہوئی ہے وہ ہے وعمل صالحا کہ اس کا عمل اور اپنا نمونہ اچھا ہو کیونکہ زبان میں تاثیر بھی اسی وقت پیدا ہوتی ہے جب اپنا نمونہ ٹھیک ہو۔ اگر نمونہ ٹھیک نہ ہو تو اس کی بات لوگوں کے دلوں میں اتر نہیں سکتی۔ اس لئے جو فرد یا جماعت دعوت الی اللہ کی ذمہ داری لیتی ہے اس کا اپنا نمونہ اچھا ہونا نہایت لازمی ہے جس کام کو اللہ سب سے اچھا کام اور جسے رسول کریمؐ اپنا رستہ بتاتے ہیں اس کا کما حقہ بجا لانا ہر مسلمان اور جماعت کا فرض ہے۔ چونکہ ہماری جماعت کے قیام کی غرض و غایت ہی یہی ہے اس لئے میں آپ کی توجہ خاص طور پر اس طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ ہمیں بحیثیت جماعت اپنا جائزہ لینا ہے کہ آیا ہم اپنے اس فریضہ کو فردًا فردًا یا جماعتی طور پر اس طرح ادا کر رہے ہیں جیسا کہ اس کا حق ہے یا ہمارے قدموں میں سستی اور کوششوں میں کمزوری پیدا ہو گئی ہے۔ اگر ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ ہمارے قدموں میں سستی واقع ہو گئی ہے اور ہماری توجہ اس کے بجائے کسی دوسری طرف ہو گئی ہے تو یہ کوئی اطمینان کی صورت نہیں ہے۔ اطمینان کی صورت تو یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو اس جماعت کے ساتھ وابستہ ہے وہ دعوت الی اللہ

کا کام کرے اور اس میں دلچسپی لے جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نبی کریم صلعم کی صداقت اور اللہ کی ہستی پر ایمان اور یقین تھا اور انہیں اس پر بصیرت حاصل تھی ویسا ہی ایمان۔ یقین اور بصیرت اس زمانہ کے مامور اور آپ کے ساتھیوں کو حاصل تھی۔ ہمیں بھی یہی بصیرت حاصل ہونی چاہیئے تاکہ ہم اس کام کو اہمیت اور اولیت دیں۔ اگر ہم اس کام کو درست نہیں سمجھتے تو پھر یہ رسول اللہ اور حضرت صاحب کی راہ نہیں جس پر ہم چل رہے ہیں۔ وہ راہ تو وہی ہے جو قرآن نے بتائی ہے۔

یہ شک اور شبہ ہم میں سے کسی کے دل میں کبھی پیدا نہیں ہونا چاہیئے کہ ہم سے ہر ایک مبلغ نہیں بن سکتا۔ حضرت صاحب یہ چاہتے تھے کہ ان کی جماعت میں شامل ہر شخص مبلغ بن جائے اور لوگوں کو اللہ کی طرف بلانے کا کام کرے ہم میں سے ہر ایک فرد خواہ وہ کسی بھی شعبۂ زندگی سے تعلق رکھتا اور کسی بھی مقام پر ہو تبلیغ اسلام کا کام کر سکتا ہے بشرطیکہ اس کے اندر اس کے لئے جذبہ اور تڑپ ہو۔ ہم میں سے ہر ایک کسی نہ کسی دنیوی دھندے اور کاروبار میں مصروف رہتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ ہمارے فرائض میں داخل ہے کہ ہم دعوت الی اللہ کے کام کو ترجیح دیتے ہوئے اسے اپنی زندگی کا جزو بنا لیں اور کوئی ایسا دن نہ گذرے کہ ہم اس کے لئے کچھ نہ کچھ کام نہ کر سکیں۔ مشکل حالات میں بھی اللہ اپنے پیغام کو پہنچانے والوں کے لئے راستے کھول دیتا ہے اور ذرائع پیدا کر دیتا ہے۔ اس راستے میں جو رکاوٹیں پیش آتی ہیں وہ خود بخود دور ہو جاتی ہیں۔ آج اگر ہمیں ایسے حالات درپیش ہیں کہ ہم تحریر و تقریر، اخبارات اور جلسوں کے ذریعے اپنا پیغام لوگوں تک نہیں پہنچا سکتے تو اپنے دائرہ اثر اور نجی مجلسوں میں کم از کم لوگوں کو اللہ کی طرف بلا سکتے اور قرآن کریم ان تک پہنچا سکتے ہیں۔ باشعور اور پڑھے لکھے طبقے سے تعلق رکھنے والے لوگ قرآن کریم کی ایسی تعبیر و تشریح کے متلاشی رہتے ہیں جو ان کے دلوں کو اطمینان بخش سکے۔ اس کے لئے ہماری طرف سے تھوڑی سی کوشش اور جرأت کی ضرورت ہے۔ اگر ہم کمر ہمت باندھ لیں تو خدا خود آسانیاں پیدا کر دے گا۔ سب سے بڑی تبلیغ اسلام اور دعوت الی اللہ یہ ہے کہ لوگوں کو ایسا لٹریچر دیا جائے جس میں اللہ کی ہستی۔ آنحضرت صلعم اور قرآن اور اسلام پر مخالفین اسلام کی طرف سے کئے گئے اعتراضات کا مدلل۔ مسکت اور اطمینان بخش جواب ہو۔ ایسا لٹریچر صرف ہمارے ہاں سے ہی مل سکتا ہے۔ ہماری جماعت کا ہر چھوٹا بڑا اس کام کو اپنا فرض سمجھے اور اس سے پورے طور پر عہدہ برا ہونے کی کوشش کرے لیکن اس کے ساتھ ہی اس کا اپنا نمونہ ایسا ہو کہ اس میں کشش ہو۔

ایک زمانہ تھا کہ شدید مخالف بھی احمدیوں کی اعلیٰ سیرت و کردار۔ اخلاق حسنہ معاملات میں دیانت داری اور صفائی اور صداقت و سچائی کے معترف ہوتے تھے عام طور پر یہ کہا جاتا تھا کہ یہ لوگ جھوٹ نہیں بولتے۔ ایک احمدی کی شہادت دوسرے بیسیوں کی شہادت کے مقابلے میں سچی تسلیم کی جاتی تھی۔ یہ نمونہ تھا ہمارے اسلاف کا۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم احمدیت کی اس شان اور نیک نامی کو دوبارہ قائم کریں اور اللہ کے رسولؐ کی بتائی ہوئی راہ پر بڑی ثابت قدمی اور ایمان کے ساتھ قدم رکھیں۔

اس راہ میں گوناگوں مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ اس میں کوئی شک نہیں یہ راستہ بڑی مشکلات کا راستہ ہے۔ قرآن کا پیغام لوگوں تک پہنچانا آسان کام نہیں اسی لئے یہ فرمایا ہے۔ وما یلقّٰھا الا الذین صبروا یہ اسی کو نصیب ہو سکتا ہے جو صبر سے کام لے صبر کرنا بہت مشکل ہے اس کیلئے بڑے کیریکٹر کی ضرورت ہے۔ صبر کا مطلب یہ ہے کہ برائیوں سے اپنے آپ کو روکنا اور نیکیوں کو مضبوطی کے ساتھ قائم کرنا۔ دنیا کے کاموں میں بھی صبر کی ضرورت ہوتی ہے لیکن وہ دین کے کام کے مقابلے میں اعلیٰ درجہ کے کام نہیں ہیں جتنا کوئی اعلیٰ درجہ کا کام ہوتا ہے اتنا ہی اس کے راستے میں مشکلات پیش آتی ہیں اس لئے اتنا ہی اس کے لئے صبر کی ضرورت ہوتی ہے مگر اس میں مایوسی کا کوئی مقام نہیں۔ ہماری جماعت کو کتنی مشکلات پیش آتی رہی ہیں اور ابھی ان کے ختم ہونے کا کوئی امکان نظر نہیں آتا لیکن باوجود اس کے لوگ اس جماعت کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں۔ اور اس وجہ سے ہم نے اللہ کی برکات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اس جلسہ سالانہ پر خصوصیت کے ساتھ ہم نے ہر رنگ میں اللہ کی بے انتہا برکات کا مشاہدہ کیا ہے اس لئے مایوس اور بے دل ہونے کی کوئی بات نہیں۔ لوگ تو آتے جاتے رہیں گے لیکن یہ جماعت انشاءاللہ زندہ اور قائم رہے گی۔

ان مشکلات کے علاوہ جو اس زمانہ میں ہماری جماعت کو درپیش ہیں اور آئے دن لوگوں کی دلآزار اور نفرت بھری باتیں سننا پڑتی ہیں۔ دوسری قسم کی زیادہ خطرناک مشکلات وہ ہیں جو مادہ پرستی کی لائی ہوتی ہیں اور جن کی وجہ سے دنیا اس وقت خطرات میں گھری ہوئی ہے۔ سارا زمانہ ہی دنیا پرستی میں مبتلا ہے۔ ہر شخص کے لئے اچھے کھانے۔ خوبصورت اور قیمتی لباس۔ رہائش و زیبائش اور دولت کی کثرت میں بڑی کشش کا سامان ہے۔ اس کے برعکس دین کے کام میں ذرا کشش نظر نہیں آتی۔ ع ہر کسے در کار خود با دین احمد کار نیست۔ دین کے کام میں کشش صرف ان لوگوں کے لئے ہو سکتی ہے جو اس راز کو سمجھ لیں جس کا بیان ان آیات میں ہوا ہے۔ اپنے اندر وہ اگر اس کام کے لئے کشش محسوس کریں تو پھر انشاءاللہ ان کا انجام اچھا ہوگا اور وہ ضرور کامیاب ہوں گے۔ لیکن اگر ہم بھی اسی رو میں بہہ گئے جس میں باقی دنیا بہہ رہی ہے تو ہم اس مقصد کو حاصل نہیں کر سکتے جس کے لئے یہ جماعت قائم کی گئی ہے۔ اللہ کی نظر میں دنیا کے مال و متاع۔ سونے چاندی اور دیگر آسائشوں کی جن کی تمنا میں انسان اپنی زندگی کے اصلی مشن سے غافل ہو جاتا ہے کوئی وقعت نہیں ہے۔ اور نہ ہی مومن ان چیزوں کو کوئی اہمیت دیتا ہے۔ اگر مشکلات سے بے نیاز ہو کر اور اپنی ان نفسانی خواہشات کو ملیا میٹ کر کے جو خدا کی راہ سے بھٹکانے والی ہیں ہم بحیثیت جماعت آنحضرت صلعم اور آپ کی اقتدا میں حضرت مسیح موعود کے راستے پر چل پڑیں تو اس کے لئے بہت بڑا اجر اور عظیم کامیابی کی خوشخبری ہے اور اسی میں ہمارے لئے خیر اور اپنے ارد گرد منڈلاتے ہوئے طوفانوں سے بچاؤ کی صورت ہے۔ انہی طوفانوں سے بچانے کے لئے حضرت صاحب نے اللہ کے حکم سے ایک کشتی تیار کی اور اس کا نام بھی کشتی نوح رکھا جو ایک کتاب کی شکل میں ہمارے پاس موجود ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ سچے دل سے اس کشتی میں سوار ہوں تاکہ یہ ہمارے لئے نجات کا ذریعہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے بارہا ہمارے لئے نجات کے ذریعے

پیدا کیئے ہیں کئی موقعوں پر ہم نے دیکھا ہے کہ اس نے ہماری بے مائیگی اور بے سیلہ ہونے کے باوجود ہماری مدد فرمائی ہے اور ہماری حفاظت کی ہے۔ لوگوں نے ہمیں مٹانا اور ذلیل کرنا چاہا لیکن اس نے ہمیں مہلت دی اور ہماری حفاظت فرمائی۔ دین کی خاطر انسان کو اپنا گھر بار۔ مال و متاع چھوڑنا پڑتا حتیٰ کہ جان تک دینا پڑتی ہے لیکن اس کے ساتھ اللہ کا یہ وعدہ ہے " والذین ھاجروا فی اللہ من بعد ما ظلموا لنبوئنھم فی الدنیا حسنۃ ولاجر الاخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون۔ الذین صبروا وعلیٰ ربھم یتوکلون " اور جن لوگوں نے اس کے بعد کہ ان پر ظلم کیا گیا اللہ کے لئے ہجرت کی ہم ضرور انہیں دنیا میں اچھی جگہ دیں گے اور آخرت کا بدلہ تو بڑا ہے۔ کاش وہ اس حقیقت سے باخبر ہوتے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کی خاطر مشکلات اور مصائب میں صبر کیا اور وہ اپنے رب پر ہی بھروسہ کرتے ہیں۔

اس لئے جو بھی حضرت مسیح موعود کی بنائی ہوئی کشتی میں اللہ پر بھروسہ اور صبر کر کے سوار ہو گیا اُسے اللہ ضرور بچائیگا۔ اگر یہاں اس کے لئے کوئی محرومیاں ہوں بھی تو ان کی تلافی کا بھی ایک دن مقرر ہے۔ آنحضرت صلعم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور شکایت کی کہ ہماری حق تلفی ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم اس دنیا میں ہونے والی حق تلفیوں کی فکر نہ کرو۔ یہاں اگر صبر کرو گے تو قیامت کے روز تم مجھے کوثر پر ملو گے وہاں یہ کمی پوری ہو جائے گی۔

یہ کمی پوری کرنے کے لئے ایمان اور یقین کی ضرورت ہے یہ دنیا ایک عارضی چیز ہے اس کے لئے عمر اور صحت کی بھی کوئی شرط نہیں اور کسی کو اپنا وقت بھی معلوم نہیں۔ یہ خوشیوں کے سارے سامان جن کے پیچھے انسان بھاگتا اور سرگردان و پریشان پھرتا ہے جیتے جی بھی اس کی آنکھوں کے سامنے اس سے چھن جاتے ہیں اور موت کے ساتھ تو سب کچھ ہی چھن جاتا ہے۔ اللہ نے انسان کو یہ شعور عطا کیا ہے کہ کون سی باتیں اس کو خوش کرنے والی اور کون سی اس کو ناراض کرنے والی ہیں۔ بل الانسان علیٰ نفسہ بصیرۃ ولو القیٰ معاذیرہ انسان کو اپنے نفس پر بصیرت حاصل ہے وہ جانتا ہے کہ اسے کیا کرنا ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ جو کچھ وہ کر رہا ہے وہ اس کے لئے اچھا ہے یا بُرا۔ وہ دلائل کے ذریعے لوگوں کو فریب اور دھوکا دے سکتا ہے لیکن وہ خود یہ جانتا ہے کہ کیا کر رہا ہے۔ اسی لئے یہ فرمایا ہے کہ یا ایھا الذین امنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم۔ اے ایمان والو! تم اپنے نفسوں کی فکر کرو۔ ان کو غلط راستے پر چلنے سے بچاؤ۔ اگر تم ہدایت پر ہو تو جو گمراہ ہے وہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اس لئے ہمیں اپنی اصلاح کی طرف توجہ دینی چاہیئے۔ اوصیکم وایای بتقوا اللہ۔ میں اپنے آپ کو بھی اور آپ کو بھی اس کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ ہمیں اپنا جائزہ لینا چاہیئے اور اپنی اصلاح کی طرف توجہ دینی چاہیئے۔ آپ روزانہ خبریں پڑھتے اور سنتے رہتے ہیں کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ کہیں بھی امن نہیں ہے۔ کہیں قحط اور بھوک کی وجہ سے ہزاروں لوگ مر رہے ہیں اور کہیں آگ و خون برس رہا ہے۔ اور کہیں زلزلے آ رہے ہیں۔ اس امر کی کوئی ضمانت نہیں کہ ہم ان آفات سے محفوظ رہیں گے اس لئے ہمیں اپنی عاقبت اور انجام کی فکر کرنی چاہیئے۔

آخر میں بطور پیغام میں اس بات کو پھر دہرانا چاہتا ہوں کہ جو راستہ ہم نے اختیار کیا ہے وہ آنحضرت صلعم کا راستہ ہے۔ لوگ اس راستے سے دور ہو گئے تھے اور یہ راستہ قریباً قریباً مٹ چکا تھا۔ امام زمانہ نے آ کر لوگوں کو پھر اس کی طرف بلایا اور اس پر ڈالا کیونکہ یہی راستہ خدا تک پہنچانے والا ہے۔ ہمیں جلد از جلد اللہ کی طرف لوٹ جانا چاہیئے "تاکہ ہمارا شمار" علیٰ بصیرۃ انا ومن اتبعنی" والوں میں ہو۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی توفیق دے کہ جو باتیں اس وقت میں نے پیش کی ہیں ان پر میں بھی اور آپ بھی عمل کریں۔

* * *

اخبارِ احمدیہ

- حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بخیریت سے ہیں اور حسب معمول خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔ حضور کی صحت و عافیت والی لمبی زندگی کے لئے توجہ اور التزام کیساتھ احباب اپنی دُعائیں جاری رکھیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کا بابرکت سایہ تادیر ہمارے سروں پر سلامت رکھے۔
- درخواستِ دُعائے صحت

محترمہ آمنہ بیگم صاحبہ کمالیہ کی صحت کمزور رہتی ہے۔ موصوفہ نے اپنے خط میں بزرگانِ سلسلہ سے دعا کی درخواست کی ہے آپ محترم میاں غلام رسول مرحوم و مغفور آف جھنگ کی صاحبزادی ہیں۔ بڑی نیک، خداترس، خدمت سلسلہ میں پیش پیش اور عبادت گذار خاتون ہیں ان کی صحت کے لئے سب احباب دعا فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

* * *

از قلم: مکرم جناب نصیر احمد فاروقی صاحب لاہور

درسِ قرآن — سبق (۶۲)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَسَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَجَنَّۃٍ عَرْضُھَا کَعَرْضِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ ۝ (آل عمران ۔ ۱۳۲)

ترجمہ:۔ "اور دوڑو اپنے رب کی مغفرت کی طرف اور اس جنت کی طرف جس کی وسعت آسمانوں اور زمین کے برابر ہے ۔ وہ متقیوں کے لئے تیار کی گئی ہے ۔"

اس آیت میں فرمایا کہ "دوڑو"۔ انسان کب دوڑتا ہے ؟ یا تو جب خطرہ ہو جس سے وہ بھاگتا ہے ۔ یا پھر جس کی طرف دوڑے وہ دوڑ کر لینے والی چیز ہو ۔ تیسرے انسان تب دوڑتا ہے جب وقت کم ہو اور وہ کام جس کے لئے وہ دوڑتا ہے ختم کرنا ضروری ہو ۔ انسان کی زندگی میں یہ تینوں باتیں موجود ہیں ۔ اُن کو بتانے سے قبل یہ عرض کر دوں کہ جن چیزوں کی طرف دوڑنے کو کہا ہے وہ دو ہیں ۔ اول تو اپنے رب کی مغفرت کی طرف ، اور دوئم اس جنت کی طرف جو اپنی اصل شکل میں تو مرنے کے بعد جب انسان آسمانوں میں جائے گا تو اس کے لئے تیار کی گئی ہے ۔ مگر اس دنیا میں بھی اُسے مل جاتی ہے اگر وہ متقی ہو ۔ عرضها السمٰوٰت والارض اعدت للمتقین کے یہی معنی ہیں ۔

میں نے عرض کیا تھا کہ انسان تب دوڑتا ہے جب سخت خطرہ ہو جیسے پاگل کتا انسان کے پیچھے لگا ہوا ہو یا کوئی شخص چھری لے کر حملہ کرنا چاہتا ہو یا مثلاً دشمن نے شہر پر حملہ کر دیا ہو یا سیلاب آ رہا ہو وغیرہ وغیرہ مگر یہ تو کبھی کبھار کے خطرات ہیں ۔ جو خطرہ انسان کو ہر وقت لگا ہوا ہے وہ شیطان سے یا نفس امارہ سے یعنی جبکہ انسان کا نفس حیوانی جذبات اور خواہشات سے مغلوب ہو جیسا کہ ہر انسان کا شروع شروع میں ہوتا ہے شیطان اور نفس امارہ انسان کے بدترین دشمن ہیں جو اسے گمراہ کرنے اور تباہ کرنے کے لئے ہر آن کے خطرات ہیں ۔ جو شخص جلد از جلد اللہ تعالیٰ کی مغفرت یعنی پناہ میں نہ آ جائے وہ ہر آن خطرہ میں ہے ۔ مغفرت یا پناہ دو طرح سے ہوتی ہے ۔ اول تو جو گناہ ہو چکے اُن کے بد نتائج یا سزا سے پناہ ۔ دوئم گناہ دوبارہ ہو جانے سے پناہ کیونکہ جب انسان کوئی گناہ کر بیٹھتا ہے تو پھر اس کے لئے وہ گناہ دوبارہ بلکہ متواتر کرنا آسان ہو جاتا ہے ۔ مثال کے طور پر ایک انسان اگر رشوت لے تو اس کے لئے دوہرا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے ۔ اول تو یہ کہ وہ اسی دنیا میں پکڑا جا سکتا ہے ۔ اور اگر یہاں نہ بھی پکڑا جائے تو آخرت میں تو ضرور پکڑا جائے گا ۔ دوئم یہ خطرہ ہوتا ہے کہ اس انسان کے لئے دوبارہ رشوت لینا آسان ہو جاتا ہے ۔ پھر انسان کے گناہ کو کوئی اور دیکھ رہا ہو یا نہ اللہ تعالیٰ ضرور دیکھ رہا ہوتا ہے ۔ چور چوری کر کے یا قاتل قتل کر کے کس طرح بھاگتا ہے کہ پکڑا نہ جاؤں ۔ انسان گناہ پر گناہ کرتا چلا جاتا ہے اور بے فکر ہوتا ہے کہ مجھے کون پکڑ سکتا مگر جب اللہ تعالیٰ اسی دنیا میں پکڑتا ہے تو نہ تو کوئی بادشاہ ، نہ صدر ، نہ وزیر اعظم یا وزیر یا افسر بچ کر کہیں جا سکتا ہے ۔ بہر حال خدا کا بھیجا ہوا موت کا فرشتہ جب انسان کے گلے کا ٹینٹوا پکڑتا ہے تو اس سے بچ کر کوئی انسان کہیں جا نہیں سکتا ۔ اس سے قبل کہ خدا کی پکڑ آ جائے فرمایا کہ توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آ جاؤ شیطان سے ، اپنے نفس امارہ سے ، اپنے گناہوں کے خمیازہ سے ، گناہ دوبارہ ہو جانے کے خطرہ سے ۔ تقویٰ کو حاصل کرنے کا یہی راستہ ہے ۔

دوسری صورت جب انسان بھاگتا ہے وہ تب ہوتی ہے کہ آگے کوئی ایسی اعلیٰ چیز ہے کہ وہ جلد از جلد لینے کے قابل ہو ۔ ماں کی اپنے بچہ کے لئے محبت اور خیر خواہی سب سے بڑھ کر ہوتی ہے اسی لئے اس کے پاس اگر کوئی اچھی چیز ہو تو وہ بچہ کو پکارتی ہے کیونکہ وہ جلد از جلد اچھی چیز بچہ کو دینا چاہتی ہے ۔ ماں کی بچہ سے محبت اور خیر خواہی کس نے پیدا کی ہے ؟ اللہ تعالیٰ نے ۔ تو اگر دنیا بھر کی ماؤں کی محبت اور خیر خواہی کو اکٹھا کرو تو وہ محض ایک جھلک ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کی اپنی محبت اور خیر خواہی کی جو اُسے انسان سے ہے ۔ اسی لئے وہ ہمیں پکارتا ہے کہ الٰہی مغفرت اور جنت جیسی اچھی چیزوں کو ہم جلد از جلد لے لیں ۔

فرمایا کہ اس جنت کی وسعت آسمانوں اور زمین کی وسعت کے برابر ہے ۔ اصل جنت تو انسان کے لئے مرنے کے بعد مقرر ہے ۔ وہ اصل جنت سات آسمانوں میں پھیلی ہوئی ہے جن آسمانوں میں انسان نے مرنے کے بعد ترقی پانا ہے کیونکہ انسان کی اخلاقی اور روحانی ترقی مرنے کے بعد بھی جاری رہے گی مگر ایک جنت انسان کو اس زمینی زندگی میں بھی حاصل ہو سکتی ہے ۔ قرآن نے دوسری جگہ فرمایا ولمن خاف مقام ربہ جنتان یعنے جو اپنے رب کے آگے جوابدہی کے کھڑے ہونے کے وقت سے خوف رکھتا ہے اس کے لئے دو جنتیں ہیں ۔ مفسرین کا اتفاق رائے ہے کہ یہ دنیا اور آخرت کی جنتیں

ہیں۔ مفسرین کا اتفاق رائے ہے کہ یہ دنیا اور آخرت کی جنتیں ہیں۔ آخرت کی جنت تو مسلمہ طور پر ظاہر کی اُن نعمتوں سے بھرپور ہوگی جن کا ذکر قرآن کریم میں تفصیل سے مذکور ہے۔ مگر اس دنیا میں وہ ظاہری نعمتیں متقیوں کو کہاں نصیب ہوتی ہیں کہ باغات ہوں جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں یا محلات پھل اور اعلیٰ غذائیں میسر ہوں۔ مگر ایک نعمت جو ہر متقی کو ضرور بالضرور اس دنیا میں نصیب ہوتی ہے وہ ہے دل کی جنت۔ قرآن کریم نے بہت سی دوسری جگہوں میں اس جنت کی حالت کا یوں ذکر فرمایا ہے لاخوفٌ علیہم ولا ھم یحزنون نہ ان کو خوف ہوگا نہ وہ حزن یعنے غم و فکر کریں گے۔ خوف کسی بُری حالت کے پیدا ہونے سے پہلے ہوتا ہے۔ حُزن اُس حالت کے پیدا ہونے کے بعد ہوتا ہے۔ مثلاً ایک چور نے چوری کی تو سُنا اس کے دل میں خوف پیدا ہو جاتا ہے کہ میں پکڑا نہ جاؤں۔ اور جب وہ پکڑا جائے یا سزا پائے تو پھر حزن پیدا ہوتا ہے۔ تو جو کوئی جرم یا گناہ کرتا ہے تو سب سے پہلی سزا جو اُسے اس دنیا میں ہی مل جاتی ہے وہ ہے اطمینانِ قلب کا دور ہو جانا۔ متقی انسان بھوکا سوئے مگر بے فکر سوتا ہے۔ چور یا ڈاکو یا رشوت لینے والا پیٹ بھر کے سوئے مگر وہ اس بے فکری سے محروم ہوتا ہے۔ میں حضرت آدمؑ اور حوّا کے واقعہ کے متعلق قرآن حکیم کے درس میں بتا آیا ہوں کہ جس جنّت میں اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو پیدا کیا ہے وہ دل کی جنّت ہے جو بچہ کی معصومیت کے رنگ میں نظر بھی آتی ہے۔ مگر شیطان انسان کو بہکا کر اور گناہ کرا کر اس کو اس جنت سے محروم کر دیتا ہے۔

ہمارے مغرب زدہ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں دل کی جنت کی قدر نہیں جانتے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ باہر عیش و آرام کے سامان ہوں تو ہی جنت ہوتی ہے مگر زندگی کے تلخ تجربے ان نوجوانوں کو بتائیں گے جس طرح میں نے خود ساری زندگی کے تجربہ سے سیکھا ہے۔ کہ اگر دل میں جنت ہو تو ہی انسان سکھی ہوتا ہے اگرچہ باہر کے عیش و آرام نصیب نہ بھی ہوں اور اگر انسان کا دل دکھی ہو یا اس میں جہنم کی ھل من مزید (یعنے اور، اور، اور) کی آگ بھڑک رہی ہو تو وہ انسان جہنمی ہے اگرچہ ظاہر میں اُسے عیش و آرام کے سامان میسر ہوں۔ جس چیز نے انسان کے ساتھ مرنے کے بعد آگے جانا ہے وہ اس دنیا کے عیش و آرام کے سامان نہیں بلکہ وہ رُوح ہے جو انسان کے اندر ہے۔ وہ روح انسان کے اندر رہ کر اس کی ساری زندگی کی مختلف حالتوں میں سے گذرتی اور نیکی اور بدی کے اثر سے متاثر ہوتی ایک شخصیت یا PERSONALITY بن جاتی ہے اس کا نام قرآن حکیم نے "نفس" رکھا ہے۔

اگر انسان کا نفس نفسِ مطمئنہ ہے یعنے وہ نفس جو اطمینان کی حالت میں ہے تو وہ جنت میں جائے گا جس کے لئے سورۃ الفجر ۸۹ میں لکھا ہے:۔

"یٰاَیّتھا النفس المطمئنّۃ ٥ ارجعیٓ الیٰ ربّک راضیۃً مرضیۃً ٥ج فادخلی فی عبٰدی ٥لا وادخلی جنّتی ٥ع"

(آیات ۲۷ تا ۳۰)

یعنے "اے نفس جو اطمینان پا گیا اپنے رب کی طرف لوٹ آ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی، سو میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنّت میں داخل ہو جا۔"

الغرض وہی نفس جو اس دنیا میں دل کی جنت یعنے حالتِ اطمینان میں آ گیا وہی مرنے کے بعد ظاہر کی اعلیٰ ترین جنّت میں بھی جائیگا فرمایا کہ جنّت چاہے وہ اس دنیا میں اطمینانِ قلب کی ہو یا آخرت میں باہر کی جنّت ہو وہ متقیوں کے لئے تیار کی گئی ہے اس کی تفسیر اور اس آیت کی بقیہ تفسیر میں ان شاء اللہ اگلے درس میں عرض کروں گا۔

ـــ ٭٭٭ ـــ

درسِ قرآنی سے تقدیرِ بشر تازہ کریں۔

ولولے تازہ کریں، قلب و نظر تازہ کریں
پُر یقیں اُمید پہ رختِ سفر تازہ کریں

نرگسِ ایّام کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر
زخمِ دل تازہ کریں، زخمِ جگر تازہ کریں

عہدِ ماضی کے تبسّم خیز پیمانوں کے ساتھ
آؤ پھر رنگینیٔ شام و سحر تازہ کریں۔

پھر امامؑ وقت کے ارشاد کی تکمیل میں
گرمیٔ ایماں سے ہر دل پر اثر تازہ کریں

ہوگا نکہت آفریں اقوامِ عالم کا مزاج
گلبنِ اخلاصِ ہستی کو اگر تازہ کریں

نُور کے سانچے میں ڈھل سکتے ہیں مسجد کے چراغ
ہم اگر دل میں ضیائے معتبر تازہ کریں

راحتِ کونین بن جائیں ہماری کوششیں
درسِ قرآنی سے تقدیرِ بشر تازہ کریں

پھر بہ پاسِ آشتی ہمدردیوں کا درس دیں
پھر بہ نامِ امن فکرِ بے ضرر تازہ کریں

جن پہ ہے علوی اساسِ عظمت و تقدیسِ قوم
اُن روایاتِ کہن کو سر بسر تازہ کریں

(محمد اعظم علوی مرحوم)

ـــ ٭٭٭ ـــ

محترمہ رضیہ فاروقی صاحبہ، لندن

بیاد محمد احمد مرحوم و مغفور
ابن حضرت مولانا محمد علی رح

آئی جو اُس کی یاد...

یہ یادیں تو کچھ ایسی بھولی ہوئی بھی نہیں۔ اکثر ہنگامۂ ہستی کے شور و غوغا میں بھی کسی نہ کسی وقت آ ہی جاتی ہے اور دل سے ایک آہ اٹھ کر لبوں تک آ جاتی ہے۔

لیکن آج ۲۳ جنوری کی صبح آنکھ کھلتے ہی پہلا خیال جو آیا وہ یہ تھا کہ آج کا دن ہماری جماعت اور ہمارے گھرانے کے پیارے نورِ چشم جا بہار محمد احمد ابن حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دنیائے فانی سے رخصت کا دن ہے۔ تین سال قبل آج کے دن ہی ہزاروں میل پرے سات سمندر پار اپنوں سے دور اس ننھا سا فرشتے اللہ کے بلاوے پر اپنی جان دیکر حق بندگی ادا کر دیا۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

مرنا تو برحق ہے۔ جو پیدا ہوا وہ ناپید بھی ہوگا۔ لیکن جان دینے پر مجھے بے اختیار مرزا غالب کا یہ شعر یاد آتا ہے کہ:

جان دی ۔ دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔

حق یہی ہے کہ وقت آجانے پر مرتے تو سب ہیں لیکن الدجانے کتنے ایسے ہوتے ہیں جو اپنے خالق و مالک کا حق بندگی ادا کر کے جان دیتے ہیں مگر عزیز محمد احمد کے لئے میں یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ وہ اپنی مختصر زندگی میں اس کا پورا حق بلکہ کچھ سوا ہی ادا کر گیا۔ اس لئے کہ روز پیدائش سے لے کر خاتمہ تک اس کی زندگی ایک ایسی کھلی ہوئی کتاب تھی کہ اول سے لیکر آخر تک نظر ڈال لو کہیں بھی وہ حکم خداوندی سے بال بھر ادھر اُدھر نہیں ہوا۔ سوائے فرمانبرداری مولا کے کسی جگہ سرکشی اور بغاوت کا نشان نہیں ملتا۔ اور پھر صرف فرمانبرداری اور حدود اللہ کی پابندی تک ہی معاملہ نہیں رہا۔ بلکہ اس سے بڑھ کر خدمتِ اسلام و قرآن میں جان لڑا دی اس کا نمونہ ہمارے نوجوان بچوں کے لئے نہ صرف قابلِ تقلید ہے بلکہ یاد رکھنے کے قابل ہے یہی سوچ کر میں اپنی یاد کو یہاں تحریر میں لا رہی ہوں۔

وہ اپنی پانچ بہنوں کے بعد دنیا میں آیا۔ کسی دنیا دار گھرانے میں پیدا ہوتا تو اللہ جانے کیسی آو بھگت ہوتی مگر دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے ماں باپ نے اپنی اولاد کو اللہ کی دین سمجھا۔ اور سب کو محبت و قدر سے رکھا۔ محمد احمد کی بھی ان کو اور سب عزیزوں کو بہت محبت اور خاطر عزیز تھی لیکن وہ ایسی نیک اور سعید فطرت لے کر پیدا ہوا کہ اگر اسکو بگاڑا بھی جاتا تو نہ بگڑتا سونے پر سہاگہ ہوا اپنے عظیم باپ کا بے نظیر نمونہ۔ انہیں کی طرح طبیعت میں صبر و تحمل ۔ خاکساری اور خاموشی کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔

طالب علمی کے زمانہ میں اپنے دوسرے ساتھی لڑکوں میں ایسا ملا جلا رہا کہ پہچاننا مشکل ہوتا تھا کہ مبرّز قوم کا نورِ چشم کون سا ہے۔ وہ بچے بھی اپنی ہی جماعت کے بزرگوں کے تھے جیسے جناب مولانا محمد یعقوب خاں صاحب، جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب، جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کے صاحبزادے زمانہ طالب علمی میں شروع سے ہی تعلیمی امتحانوں میں کامیابی نے قدم چومے مگر کبھی کسی نے اسے خوشی میں آپے سے باہر ہوتے نہیں دیکھا۔ کبھی بے جا غرور یا فخر نہیں کیا۔

گورنمنٹ کالج لاہور میں اکثر ہندوؤں اور مسلمانوں کے چوٹی کے اعلیٰ خاندانوں کے لڑکے پڑھتے تھے۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی نہ صرف ملک بھر کے مسلمانوں بلکہ کل دنیائے اسلام میں ایسا بلند دیا لاتھا کہ بڑے سے بڑے لیڈر اور قومی رہنما ان کے در پر حاضری کے متمنی اور اسے باعث فخر سمجھتے تھے۔ اگر ان کا بیٹا چاہتا تو امیر اور دنیا وی جاہ و عزت والے گھرانوں کے لڑکوں سے راہ و رسم بڑھا کر ماڈرن سوسائٹی میں نمایاں ہو سکتا تھا کیونکہ اکثر بہت سنبھلے ہوئے والدین کی اولاد بھی بے راہ ہو جاتی ہے۔ لیکن سوسائٹی چھوڑ وہ اپنے کالج میں بھی خاموش ۔ سلجھا ہوا ۔ متقی اور مؤدب طالب علم تھا اور گھر میں بھی کبھی کسی نے اسے کسی سے الجھتے زور زور سے بولتے یا والدین اور دیگر بزرگوں کے سامنے جواب دینے اور گستاخی کرتے نہیں دیکھا یا سُنا۔ جو انسان ایسا مٹا ہوا ہو اس نے کسی کا دل کیا دکھانا یا کسی کی برائی بھلائی میں کیا حصہ لینا تھا۔ اسی طرح خاموشی اور صلح جوئی سے طالب علمی کا زمانہ گزر گیا۔

دنیا کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ دینی تعلیم ۔ نماز ۔ روزہ ۔ قرآن سب گھٹی میں پڑا تھا۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب رح کا معمول تھا کہ مسجد کے علاوہ گھر پر یا باہر سیر ہو یا تفریح عموماً نماز کے وقت لڑکوں سے اذان دلوا کر ہمراہیوں کے ساتھ باجماعت نماز ادا فرماتے تھے۔ اس طرح گھر کے ممبروں اور بچوں کو بھی اکثر باجماعت نماز کی عادت پڑ گئی تھی۔ ویسے بھی کیا احمدیہ بلڈنگس اور کیا مسلم ٹاؤن ان کا گھر تھا ہی مسجد کے زیر سایہ۔ چنانچہ یہ نوجوان بھی پکا نمازی بن گیا۔

طالب علمی کے بعد ریلوے کے مقابلے کے امتحان میں بیٹھا اور اس میں کامیابی کے بعد اللہ نے دنیا وی روزگار کا سامان مہیا کر دیا۔ اب نوجوانی تھی افسری تھی اور آزادی تھی۔ مگر کسی بے راہ روی کا تو شاید اسے خیال ہی نہ آیا۔ نہ کسی ناجائز کام یا رشوت لینے دینے کا وہ سوچ سکا۔ البتہ اپنے عہدے کی وجہ سے جو جو جائز خدمت خلق کا ملا اس میں اس نے کبھی کمی نہ کی۔ بہت سے مستحق نظر انداز پڑے ہوئے غریبوں کا ان کا حق دلوایا۔ روزی کے لئے سرگرداں بندگان خدا کو کہیں کہیں ریلوے

کے وسیع کارخانے میں کام دیا لگا کر ان کو فاقہ کشی سے بچا لیا۔ ایک چھوٹا سا واقعہ یہاں یاد آگیا۔ صعوبت سفر یوں بھی بہت ہوتی ہے لیکن ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ میں جب میں اپنے بچے کے ہمراہ لاہور سے ایبٹ آباد جانے کے لئے لاہور ریلوے سٹیشن پہنچی تو وہاں قیامت کا ہنگامہ اور آپا دھاپی مچی ہوئی تھی۔ ننھے ننھے بچوں والے والدین بچوں کو موقعہ جنگ سے ہٹانے کے لئے باہر جانے کو بے چین پھر رہے تھے۔ ٹکٹ یا سیٹ ملنے کا سوال تو دور رہا اسٹیشن میں داخل ہونا دشوار تھا۔ میں وہاں سے سیدھی ریلوے ہیڈکوارٹر میں محمد احمد کے دفتر پہنچی۔ میری اور مخلوق خدا کی پریشانی سن کر محمد احمد نے اپنی کام کی فائلیں رکھ کر ٹیلیفون پکڑا اور جب تک دوسرے ذمہ دار افسران اور اہلکاروں سے واسطہ پیدا کر کے زائد بوگیاں ٹرینوں میں لگانے کا بندوبست نہ کر لیا فون ہاتھ سے نہ چھوڑا اور یوں میرے ساتھ بہت سے اور مضطرب والدین بچوں سمیت آرام سے چل پڑے اور میرے سوا شاید کسی کو پتہ بھی نہ چلا کہ کس دردمند کا ہاتھ یہ کام کر گیا۔ ایسے ایسے کئی اور واقعات ہیں جو طوالت کے خوف سے چھوڑتی ہوں۔ یہ داستانیں بہت سے دلوں میں بکھری پڑی ہیں۔ وقت کی دھول کہاں تک انہیں مٹائے گی۔

سرکاری کام اور ضروری فرائض کی ادائیگی کے بعد محمد احمد کا دل پسند مشغلہ تھا قرآن کا گہرا مطالعہ اور دوسری مذہبی کتابوں کو پڑھ کر علم کی تہہ تک پہنچنا لیکن وہ بھی اس خاموشی سے چپ چھپاتے کہ کسی کو گمان نہ ہوا کہ وہ کس طرح یہ کٹھن منزلیں طے کر رہا ہے۔ عربی میں ایم۔ اے کر کے بنیاد تو پڑ چکی تھی۔ اب شوق اور جستجو نے علم وسعت و آگاہی کو پھیلاتی ہی چلی گئی۔ یہ مدارج طے نہیں ہوتے جب تک سرشت میں مستقل مزاجی اور صبر نہ ہو۔ مگر محمد احمد تو اس صابر و شاکر دھن کے پکے باپ کا بیٹا تھا جس نے برس ہا برس قرآن کریم کی تفسیر اور تراجم کے لئے بحرِ علم و معرفت سے موتی چن چن کر انگریزی ترجمۃ القرآن اور بیان القرآن جیسی بے بہا انمول تصنیفیں دنیا کو بخشی تھیں۔ علاوہ اور ان گنت بیش بہا کتب کے۔ یہ اسی مستقل مزاجی سے پایا ہوا ورثہ تھا کہ جب حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح عمری "مجاہد کبیر" کے لئے حالات و معلومات جمع کرنے کی ضرورت پڑی تو محمد احمد نے قادیان کے زمانے سے لے کر ان کی ساری زندگی کے تاریخی واقعات جو پرانے بوسیدہ اخباروں رسالوں اور کاغذات میں تھے دن رات کی محنت شاقہ سے جمع کئے۔ ایک بار مجھے خود بتایا کہ پرانے خستہ حال دیمک خوردہ کاغذوں کے ایسے ایسے انبار تھے کہ ان کو دیکھ کر دل گھبراتا تھا جو میں نے دن رات ایک کر کے پڑھے اور چھانٹے۔ بعد میں ان کی تحریر و تشکیل جناب ممتاز احمد فاروقی صاحب مرحوم و مغفور نے کی اور اس طرح اس عظیم المرتبت ہستی کی داستان جد و جہد ایک خزینہ آنے والی نسلوں کے لئے محفوظ ہو گئی۔ دوسرا صبر آزما کام تھا بیان القرآن کی دوبارہ طباعت پر اور اس پر نظر ثانی۔ جو اس ہونہار نوجوان نے اپنے سر لی اور بحسن و خوبی انجام دی۔

یوں ہی وقت گذرتا رہا۔ ماضی کا الہڑ نوجوان اب ایک پختہ عمر تجربہ کار انسان بن گیا۔ سرکاری نوکری کے نشیب و فراز طے ہو چکے تھے۔ مگر روحانی بلندیوں اور دینی علوم کا عروج تھا اب اس کی زندگی کی ساری توجہ کا مرکز ہماری جماعت اس کے اہم امور، اور انجمن کے بیرونی مشنوں کی فکر اور ان سے خط و کتابت تھے اس کی صبحیں اسی فکر اور سوچ کی نذر تھیں اور راتیں بھی شامیں دارالسلام میں گزرتی تھیں کسی کلب کھیل یا سوسائٹی کی تقاریب میں حصہ لینے کا نہ وقت تھا نہ ان کی کشش تھی۔

زندگی کی گھڑیاں گھٹ رہی تھی مگر اس کا ذوق و شوق اور دین میں استغراق بڑھ رہا تھا اور کسی کو کانوں کان خبر نہ تھی۔ اور اس طرح جب پہلی دفعہ اپنی زندگی کے آخری جلسہ سالانہ میں وہ سٹیج پر آکر بولا تو ساری قوم چونک اٹھی۔ کیا علم تھا۔ کیا سچائی تھی اور کیا زور بیان تھا۔ کہ سننے والوں کے نہ صرف دل و دماغ پر چھا گیا بلکہ دلوں میں اتر گیا۔ روحیں وجد میں آگئیں۔ یوں محسوس ہوا کہ ہماری قوم کے تاریک افق پر ایک نیا چمکتا ہوا ستارہ تیزی سے طلوع ہو رہا ہے۔ اور ہمارے دل امید و خوشی سے جھوم اٹھے۔ جس نادر علم و معرفت کا سرمایہ اس کے دل و دماغ میں جمع ہو رہا تھا پہلی بار اس کی جھلک نظر آئی۔ تو کیسا سہارا اور اطمینان ہمارے دلوں کو ملا یہ جان کر کہ بزرگوں کا ورثہ کم نہیں ہو رہا بلکہ بڑھ رہا ہے۔ لیکن یہ چمکتا ہوا ستارہ جس طرح اچانک سامنے آیا اسی طرح آناً فاناً غروب ہو گیا۔ اسی سال موسم گرما کے آغاز پر اسکو ڈاکٹروں نے بتایا کہ اس کے سوڑھے میں ایک ناقابلِ علاج مرض کی ابتداء ہے۔ یہ علم دہلا دینے والا تھا مگر آفرین اس کے آہنی حوصلے پر کہ اپنے غم و الم کو چھپا کر اور اس مہلک رپورٹ کے کاغذ کو جیب میں ڈال کر دارالسلام کی مسجد میں سیرت نبی کا جو جلسہ منعقد ہو رہا تھا اس میں تقریر کرنے چلا گیا۔ اور ایسی عمدہ تقریر کی کہ کسی کو شک تک نہ ہوا کہ اس کی جیب میں موت کا پروانہ ہے۔ یوں دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی واضح مثال قائم کر گیا۔

اب علاج کی ضرورت اُسے انگلینڈ لے گئی۔ جسمانی علاج تو جو ممکن تھا شروع ہوا مگر انگلینڈ پہنچ کر جس طرح محمد احمد نے دل و جان سے ہماری یو۔ کے جماعت کی رہنمائی کی اس کی یاد ہمارے دلوں پر ہمیشہ نقش رہے گی۔ یہ وہ دور تھا کہ یو۔ کے جماعت کا نہ گھر تھا نہ در۔ احمدیہ ہاؤس پر غاصبانہ قبضہ کرنے والی پارٹی سے عدالت میں سامنا تھا۔ اور پھر بھی کوئی صورت اس مخمصہ سے نجات کی نہ تھی۔ مالی پریشانی اسی وجہ سے حد سے باہر تھی۔ اس بندۂ اللہ نے دن رات ایک کر کے کاغذات دیکھے فائلوں کی ورق گردانی کی۔ فون کئے۔ ممبروں سے ملاقاتیں کیں اور دن رات کی محنت اور سرگردانی کر کے الجھے معاملات کو سلجھانے میں مدد کی۔ مالی تنگی دور کرنے کے لئے بغیر شور و غوغا کئے اِدھر اُدھر بذریعہ تحریر اپیل کر کے خاصی معقول رقم مہیا کر دی۔ خود بھی علاوہ اپنا وقت دینے اور دماغی محنت کرنے کے مالی مدد میں حصہ لیا۔ اور پھر اس کے آنے سے جو زندگی کی لہر اس مشکلات میں گھری جماعت میں دوڑی اور مشن کے مقصد کو فائدہ ہوا اس کا تو کیا بیان ہو۔

محمد احمد کی آخری تقریر انگلینڈ میں ان کا خطبہ عید الاضحیٰ تھا۔ اب ان کی بیماری ایک دفعہ کم ہو کر پھر ابھر رہی تھی۔ اور بولنے میں ان کو تکلیف محسوس ہوتی تھی لیکن جب ہم لوگوں نے ہچکچاتے ہوئے ان سے درخواست کی تو وہ بخوشی اور بہت سرگرمی سے تیار ہو گئے اور پھر حاضرین نے دیکھا کہ ان کو اپنی تقریر کی روانی اور انہماک میں اپنی تکلیف بلکہ اپنی ہستی ہی بھول گئی اور تقریباً گھنٹہ بھر کی انگریزی کی وہ خوبصورت تقریر ان کی آخری بات تھی۔ آخر میں جب انہوں نے سورۃ العصر پڑھ کر کہا کہ صحابہ کرام رضہ ایک دوسرے سے رخصت ہوتے وقت یہی سورت پڑھ کر جدا ہوتے تھے۔ سو آج یہی سورت پڑھ کر میں آپ سب سے

رخصت ہوتا ہوں۔ کیونکہ شاید یہ میری آخری تقریر آپ سب کے درمیان ہوگی تو مجمع میں اس وقت سب سننے والوں کے دل بھر آئے اور آنسوؤں کو پی جانا مشکل ہو گیا۔ اس وقت تو ان کا اشارہ اپنی روانگی پاکستان کی طرف تھا جس کا وہ بے حد لگن اور دلی خوشی سے انتظار کرتے تھے لیکن کیا وہاں کے حاضرین اور کیا وطن کے مکین سب کے لئے الوداع الفراق کی گھڑی تیزی سے قریب آ رہی تھی۔

بہت جلد وہ انگلینڈ سے رخصت بھی ہوئے وطن عزیز میں چند روز گذار کر پھر بغرض علاج واپس انگلینڈ بھی پہنچے اور وہاں سے چند روز بعد ہی سفر آخرت پر روانہ ہو گئے۔ اور قوم گھاٹے میں رہ گئی۔

آج بھی ۲۳ جنوری کی صبح تھی۔ جاڑے کی سنہری دھوپ میں دارالسلام لاہور کی نکھری ہوئی فضا چمک رہی تھی جب ہم لوگ فاتحہ پڑھنے وہاں پہنچے تو اس کے شاہ شہر خموشاں میں ردائے خاکی اوڑھے اس کا تھکا ہوا جسم فانی سو رہا تھا چاروں طرف قوم کے کیسے کیسے بزرگوں علمبرداروں اور دین کے فدائیوں کی خاکی نشانیاں بکھری ہوئی تھیں کہ ایک نورتن تھا کہ اس کے جلو میں جگمگا رہا تھا۔ ایسے میں

آئی جو اس کی یاد تو آتی چلی گئی

ہر نقشِ ماسوا کو مٹاتی چلی گئی۔

* * * *

بے ثباتی دنیا

عیشِ دنیائے دُوں دمے چند است ۔۔۔ آخرش کار با خداوند است

اس ذلیل دُنیا کا عیش چند روزہ ہے بالآخر خدا تعالیٰ سے کام پڑتا ہے

ایں سرائے زوال و موت و فنا ست ۔۔۔ ہر کہ بنشست اندریں برخاست

یہ دُنیا زوال موت اور فنا کی سرائے ہے، جو بھی یہاں رہا وہ آخر رخصت ہوا

یکدمے دلبسوئے گورستان ۔۔۔ وز خموشانِ آں بپرس نشاں

تھوڑی دیر کے لئے قبرستان میں جا اور وہاں کے مُردوں سے حال پُوچھ

کہ مآلِ حیاتِ دُنیا چیست ۔۔۔ ہر کہ پیدا شد است تا کے زیست

کہ دُنیاوی زندگی کا انجام کیا ہے اور جو پیدا ہوا وہ کب تک جیتا ہے

ایں جہان است مثلِ مردارے ۔۔۔ چوں سگے ہر طرف طلبگارے

یہ دُنیا تو مردار کی طرح ہے۔ اور اس کے طلبگار کتوں کی طرح اسے چمٹے ہوئے ہیں۔

(حضرت مجدد صد چہاردہم)

* * *

ارشاداتِ نبوی

حقیقی زندگی

آخرت کی زندگی ہے

* حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلعم سے روایت کرتے ہیں۔ فرمایا:
اللہ تعالےٰ نے ایسے انسان کا عذر باقی نہ چھوڑا کہ اسے یہاں تک دنیا میں جینے دیا کہ وہ ساٹھ برس کو پہنچا۔

* بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلعم نے فرمایا،
اس کا دل دو چیزوں کے بارے میں جوان رہتا ہے (۱) دنیا کی محبت اور (۲) درازیٔ اُمید۔

* بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ آنحضرت صلعم نے فرمایا:۔
انسان بڑا ہوتا جاتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ دو چیزیں بھی بڑھتی جاتی ہیں (۱) مال کی محبت اور (۲) دنیا کی خواہش

* حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں:۔
فرمایا۔ راست روی اختیار کرو۔ اور میانہ روی اختیار کرو اور خوش رہو کیونکہ کسی شخص کو اس کا عمل جنت میں داخل نہیں کریگا تو لوگوں نے کہا، اور نہ آپ کو یا رسول اللہ! فرمایا۔ اور نہ مجھے سوائے اس کے کہ اللہ مجھے مغفرت اور رحمت سے ڈھانک لے۔

* ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ جنت والوں سے فرمائے گا اے جنت والو! وہ کہیں گے ہمارے رب! ہم قبول کرنے اور فرمانبرداری کے لئے حاضر ہیں۔ اللہ فرمائے گا کیا تم خوش ہو وہ کہیں گے ہم کیوں خوش نہ ہوں۔ اور تو نے ہمیں وہ دیا جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا۔ اللہ فرمائے گا میں تمہیں اس سے بہتر چیز دوں گا انہوں نے کہا اے ہمارے رب اس سے زیادہ فضیلت والی کونسی چیز ہے۔ اللہ تعالےٰ فرمائے گا میں اپنی رضا تم پر اتارتا ہوں گا تو اس کے بعد میں کبھی تم پر ناراض نہیں ہوں گا۔

* حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا کوئی شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا مگر اس کو اس کی وہ جگہ دوزخ میں دکھائی جائیگی جہاں وہ بدکاری کی حالت میں ہوتا تاکہ وہ اور زیادہ شکر کرے اور کوئی شخص دوزخ میں نہیں جائیگا مگر اسکو اس کی وہ جگہ جنت میں دکھائی جائیگی جہاں وہ نیکی کرنے کی حالت میں ہوتا تاکہ وہ اس پر زیادہ افسوس کرے۔

(بخاری۔ کتاب الرقاق)

* * *

طبقہ فخر سے اپنا سر بلند کر سکتا ہے۔

اب ذیل میں چند اختلافی امور کا ذکر کیا جاتا ہے جن کا تعلق عورت کی روزمرہ کی زندگی سے ہے۔

۱:۔ عورت کا چہرہ

عربی میں عورت کا لفظ پوشیدہ رکھنے والی چیز کے لئے استعمال ہوتا ہے مگر ہمارے ہاں یہ لفظ صنفِ نازک کے لئے عام ہو چکا ہے۔ قرآن کریم میں مردوں اور عورتوں کو نظریں جھکا کر چلنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کا چہرہ پوشیدہ رکھنا ضروری نہیں ہے اور پھر حج بیت اللہ میں خاص طور پر حکم دیا گیا ہے کہ عورت کا چہرہ کھلا ہوا چاہیئے اور اسے دیکھنا بدنیتی کے سوا جائز ہے۔ اور حضورؐ نے شادی سے پہلے عورت کو دیکھ لینے کی بھی اجازت دی ہے۔ تمام علمائے امت کے نزدیک چہرہ، ہاتھ اور پاؤں کھلے رکھنے کی اجازت ہے مگر ان چیزوں کو مزین کر کے مردوں کو دکھانے کی نیت سے کھلا رکھنے کی اجازت قطعاً نہیں ہے۔ اور چہرہ کا میک اپ صرف عورت کے خاوند کے لئے ہے نہ کہ عام مخلوق کے لئے۔ دراصل انسان کا چہرہ ایک کتاب کے دیباچہ کی مانند ہے جو کتاب میں ہو دیباچہ سے معلوم ہو جاتا ہے

۲۔ بازوؤں اور پنڈلیوں کا ظاہر کرنا۔

بعض اسلامی ممالک میں مغرب کی تقلید میں اور اسلامی تہذیب سے ہٹ کر غیر اسلامی تہذیب اور کلچر کو اختیار کرتے ہوئے بازوؤں اور پنڈلیوں کو عریاں رکھا جاتا ہے۔ ایسا کرنا تمام علمائے امت کے نزدیک منع ہے۔

۳۔ سفید بالوں کو سیاہ کرنا:۔

بڑھاپے میں بہت سے مسائل سے سامنا ہوتا ہے۔ ان میں سے ایک احساس عمر ہے اگر اس احساس کو دبانے کیلئے عورتیں اپنے بالوں پر خضاب یا کوئی رنگ لگا کر سیاہ کریں تو اس میں حرج نہیں ہے حدیث شریف میں آتا ہے:۔

"منہ کو ڈھانپنا، بالوں کو خضاب لگانا اور انگلیوں کو چھپا کر رکھنا یہ سب کچھ اپنے خاوند کی اجازت سے جائز ہے اور اس کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہے"

۴۔ استعمال کے زیور پر زکوٰۃ

سونے اور چاندی کے جو زیورات عورت کے استعمال میں ہوتے ہیں ان کے متعلق بیشتر علمائے اسلام کا یہی فتویٰ ہے کہ ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے تاہم علماء کے مختلف مذاہب کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ امام ابوحنیفہؒ کا مذہب

حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مذہب ہے کہ ایسے زیورات جو سونے اور چاندی سے بنائے جاویں خواہ وہ روزمرہ کے استعمال میں ہوں ان پر زکوٰۃ واجب ہے اور ایسا ہی مذہب حضرت عمر ابن خطابؓ، ابن عباسؓ، ابن مسعودؓ اور علمائے احناف کا ہے۔

۲۔ امام شافعیؒ کا مذہب

حضرت امام شافعیؒ کا مذہب یہ ہے کہ ایسے زیورات جن کا مرد اور عورت کیلئے پہننا جائز ہے وہ بدن کے لباس، گھر کے اثاثے اور بھیڑ بکریوں کی ذیل میں آتا ہے ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ اور یہی مذہب حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت جابرؓ، حضرت انسؓ، حضرت عائشہؓ اور حضرت اسماء بنت ابوبکر کا ہے۔ اور امام مالکؒ کا بھی یہی مذہب ہے کہ ایسا زیور جس کی عورتوں کو یا مردوں کو پہننے کی اجازت ہے اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

تمام زیورات جو روزمرہ کے استعمال میں آتے ہوں ان پر جب تک زکوٰۃ واجب نہیں ہے جب تک وہ تجارت کے لئے استعمال نہ کئے جاویں جب ان سے تجارت کی جائے گی تو ان پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

۵۔ عورت کا جدید تعلیم سے آراستہ ہونا۔

آنحضرت صلعم نے حصول تعلیم ہر مومن اور ہر مومنہ اور ہر مسلم اور ہر مسلمہ کے لئے پوری جدوجہد کے ساتھ فرض قرار دی ہے۔ اور تعلیم بھی ایک زیور ہے جس سے آراستہ ہونا عورتوں کے لئے اس قدر ہی ضروری ہے جس قدر مردوں کے لئے ہے ہمارے معاشرہ میں ابھی تک بعض خاندان ایسے ہیں جو بچیوں کی زیادہ تعلیم کی مخالفت کرتے چلے آ رہے ہیں۔ اور اس کی بڑی وجہ معاشرتی عیوب ہیں جن کے دور ہونے کی کوئی سبیل نظر نہیں آتی۔ ہمارے ہاں مرد کا عورت کے احترام کرنے کا سلیقہ نہیں ہے جس کی وجہ سے بہت سی ایسی عورتیں تعلیم سے محروم رہ جاتی ہیں جو اگر تعلیم یافتہ ہوں تو آئندہ نسل، ملک و قوم کے لئے زیادہ مفید ثابت ہو سکتی ہے۔ مگر بعض ایسی خواتین بھی تو ہیں جو تعلیم بھی حاصل کرتی ہیں اور معاشرہ کی برائیوں سے بھی محفوظ رہتی ہیں مگر اس کے لئے بہت کوشش کی ضرورت ہے۔

اس کی ذمہ داری مردوں پر عائد ہوتی ہے کہ عورت کی تعلیم میں رکاوٹ بن کر کھڑے ہونے والا عنصر مردوں میں سے ہے انہیں اپنے ہم جنسوں کے اخلاق درست کرنے کے لئے کوئی ٹھوس قدم اٹھانے چاہئیں تاکہ ان کی آئندہ نسلیں بہتر رنگ میں تعلیم و تربیت حاصل کر سکیں۔

۶۔ عورت کی سربراہی

اگر قوم کی متفقہ رائے ہو تو عورت بھی ملک کا نظم و نسق چلانے میں اسی طرح ہی ممد و معاون ہو سکتی ہے جتنا کہ ایک مرد۔ قرآن کریم نے ایک عورت کا ایک بہترین قول نقل فرمایا ہے جو سربراہ مملکت تھی اور بوقت ضرورت قوم سے مشورہ حاصل کر کے اہم امور سرانجام دیتی تھی اس قوم کو حضرت سلیمانؑ نے اسلام کی دعوت دی اس دعوت کے ملنے پر اس کا یوں ذکر آتا ہے

"اس عورت نے کہا اے سردارو! مجھے اس معاملہ میں رائے دو جب تک تم مشورہ نہ دو گے میں کوئی قطعی فیصلہ نہیں کر سکوں گی۔ . . . اس عورت نے کہا کہ (یاد رکھو) جب بادشاہ کسی ملک میں داخل ہو جاتے ہیں تو اسکو تباہ و برباد کر دیتے ہیں اور وہاں کے باعزت افراد کو ذلیل کر دیتے ہیں اور یہی وہ کیا کرتے ہیں اور یہ ان وجوہات میں سے ہے جس سے اسلام میں عدم ملوکیت کا تصور قائم ہے۔ . . .

باہتمام البدر پرنٹرز اردو بازار سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر اللہ بخش

جلد:- ۷۱ | یوم چہارشنبہ ۲۴ جمادی الثانی ۱۴۰۴ھ مطابق ۲۸ مارچ ۱۹۸۴ء | شمارہ: ۱۳

ارشاداتِ حضرت مجددِ صد چہاردہم

اللہ تعالیٰ تمہیں ایک ایسی جماعت بنانا چاہتا ہے

کہ تم دنیا کے لئے راستبازی کا نمونہ ٹھہرو

"چاہیئے کہ تمہاری مجلسوں میں کوئی ناپاکی اور ٹھٹھے اور ہنسی کا مشغلہ نہ ہو اور نیک دل اور پاک طبع اور پاک خیال ہو کر زمین پر چلو اور یاد رکھو کہ ہر ایک شر مقابلہ کے لائق نہیں ۔ اس لئے لازم ہے کہ اکثر اوقات عفو اور درگذر کی عادت ڈالو اور صبر اور حلم سے کام لو اور کسی پر ناجائز طریق سے حملہ نہ کرو اور جذباتِ نفس کو دبائے رکھو اور اگر کوئی بحث کرو یا کوئی مذہبی گفتگو ہو تو نرم الفاظ اور مہذبانہ طریق سے کرو اور اگر کوئی جہالت سے پیش آئے تو سلام کہہ کر ایسی مجلس سے جلد اٹھ جاؤ ۔

اگر تم ستائے جاؤ اور گالیاں دیئے جاؤ اور تمہارے حق میں برے برے لفظ کہے جائیں تو ہوشیار رہو کہ سفاہت کا سفاہت کے ساتھ تمہارا مقابلہ نہ ہو ۔ ورنہ تم بھی ویسے ہی ٹھہرو گے جیسا کہ وہ ہیں۔ خدا تعالیٰ نے چاہتا ہے کہ تمہیں ایک ایسی جماعت بنادے کہ تم تمام دنیا کیلئے نیکی اور راستبازی کا نمونہ ٹھہرو ۔

سو اپنے درمیان سے ایسے شخص کو جلد نکالو جو بدی اور شرارت اور فتنہ انگیزی اور بدنفسی کا نمونہ ہے ۔ جو شخص ہماری جماعت میں غربت اور نیکی اور پرہیزگاری اور حلم اور نرم زبانی اور نیک مزاجی اور نیک چلنی کے ساتھ نہیں رہ سکتا وہ جلد ہم سے جدا ہو جائے گا ۔ کیونکہ ہمارا خدا نہیں چاہتا کہ ایسا شخص ہم میں رہے اور یقیناً وہ بدبختی میں مرے گا ۔ کیونکہ اس نے نیک راہ کو اختیار نہ کیا ۔ سو تم ہوشیار ہو جاؤ اور واقعی نیک دل اور غریب مزاج اور راستباز بن جاؤ ۔ تم پنجوقتہ نماز اور اخلاقی حالت سے شناخت کئے جاؤ گے ۔ اور جس میں بدی کا بیج ہے وہ اس نصیحت پر قائم نہیں رہ سکیگا"

(تبلیغ رسالت جلد ہفتم ص ۴۴)

— * * * —

ارشاد حضرت اقدس ؑ

"مخالف لوگ عبث اپنے تئیں تباہ کر رہے ہیں میں وہ پودا نہیں ہوں کہ ان کے ہاتھ سے اکھڑ سکوں" (الاربعین نمبر ۳ ، ۴ ص ۲)

از مکرم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب، لندن۔

”ایک ہو جاؤ اور نیک بن جاؤ“

گذشتہ کچھ مدت سے پاکستان جن ہنگامی حالات سے گذر چکا ہے اس پر تمام دنیا کی توجہ مرکوز رہی ہے۔ پاکستان میں رہنے والوں اور اس اسلامی ملک کے بہی خواہوں کی تمام تر ہمدردیاں یہ رہیں کہ جس طرح گذشتہ ۶ سال میں اس ملک میں ایک طرف امن رہا اور دوسری طرف اسے مالی ترقی اور خوشحالی میسر آئی اسی طرح یہ نظام قائم و دائم رہا مگر دوسری طرف دشمنانِ اسلام و پاکستان کی خواہشات و کوششیں یہ رہیں کہ کسی طرح باہمی پھوٹ بڑھ کر پاکستان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ دشمنوں کی یہ کوششیں و تمنائیں خاک میں مل گئیں اور موجودہ نظامِ حکومت قائم و دائم رہا۔ سوچنا چاہیئے تھا کہ پاکستان کا مطالبہ اس امر پر پروان چڑھا کہ برصغیر میں بسنے والی دو قومیں ہیں نہ کہ ایک مسلمان اور غیر مسلم۔ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے دنیا پر یہ ثابت کر دیا کہ ہر لحاظ سے مسلمان ایک الگ قوم ہے۔ اس کا نظریہ زندگی۔ اس کی تاریخ و ثقافت۔ اس کی طرزِ زندگی اس کا دین و مذہب غیر مسلموں سے علیحدہ ہے۔ اور برصغیر میں اس کی عددی تعداد آٹھ کروڑ ہے لیکن سب سے بڑھ کر یہ بات افسوسناک ہے کہ ہمسایہ قوم کے تعصب و عناد کا یہ حال ہے کہ وہ مسلمانوں کو اپنے سے بوجہ دین کی علیحدگی سے خود اسے ایک جدا قوم کہتی اور اس سے عداوت و بغض رکھ کر اس سے نا انصافی کا رویہ رکھتی ہے۔ چنانچہ ۴۷ء کے بعد بھارت میں سینکڑوں مرتبہ ہندو مسلم فسادات ہو چکے ہیں۔ ابھی کچھ عرصہ ہوا صوبہ آسام میں مسلمانوں کے خون سے کس قدر ہولی کھیلی جا چکی ہے۔ سب دنیا اس پر لرز گئی تھی۔ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی مدبرانہ فراست نے وقت کی بناء پر یہ امر بھانپ لیا تھا کہ ہندو قوم بالخصوص اس کے رہنما برہمن طبقہ کی تو بناء اسی پر قائم ہے کہ تمام انسان برابر پیدا نہیں ہوتے بلکہ بعض پیدائشی ادنیٰ ہوتے ہیں اور بعض اعلیٰ و برتر جیسے برہمن۔ پس ہندو مذہب میں مختلف طبقات میں انصاف و مساوات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگر اس امر کا تازہ ثبوت لینا ہو تو سکھ قوم کی موجودہ تحریکِ علیحدگی کو دیکھ لیا جائے۔ جب یہ قوم اپنے ہی طبقات میں انصاف و مساوات رکھنے کی روادار نہیں تو دوسرے دین رکھنے لوگوں کو کہاں برابری یا انصاف دے سکتے ہیں۔ پس قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا دو قومی نظریہ بالکل درست ہے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ دو قومی نظریہ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا پیدا کردہ ہرگز نہیں بلکہ یہ خود ہندو قوم کا پیدا کردہ ہے لیکن یہ کس قدر ستم رسیدہ لوگ ہیں کہ پاکستان بنتے ہی مسلمانانِ پاکستان میں فرقہ وارانہ فسادات شروع ہو گئے اور پھر ہندو قوم کی سازش سے مشرقی پاکستان علیحدہ ہو گیا۔ گویا وہ قوم جس نے اکثریت سے دینِ اسلام کے باعث الگ مملکت حاصل کی تھی وہ باہمی علاقائی اور لسانی تعصبات کا شکار ہو گئی۔ بدقسمتی سے بجائے مشرقی پاکستان کے المیہ سے درس عبرت حاصل کرنے کے اب مغربی پاکستان میں وہی علاقائی عصبیت کا عفریت سر اٹھا رہا ہے صوبائی عصبیت و علیحدگی کے نعرے مشرقی پاکستان کی تقلید میں اٹھائے جا رہے ہیں جمہوریت کا عذر لنگ تو محض مخالفت کو ہوا دینے اور علیحدگی اختیار کرنے کی غرض سے ہے اتنا ادنیٰ تدبر بھی بعض اصحاب کے ذہنوں سے جاتا رہا ہے کہ کسی ملک کے لئے سب سے مقدم ضرورت تو اس میں امن و امان کا مسئلہ ہے اور اس کے بعد ترقی و خوشحالی کا سوال ہے۔ اگر یہ دونوں امور گذشتہ ۶ سالوں میں پاکستان کو حاصل رہے ہیں تو دانشمندی کا تقاضا تو یہ تھا کہ ایسا نظامِ حکومت جس سے امن و خوشحالی میسر آتی ہے قائم رہے نہ یہ کہ اسے ختم کر کے بد امنی اور علیحدگی کے منصوبے کئے جائیں۔ خلفائے راشدین کے دستور میں جو جو انتخابات ہوئے اور برسرِ اقتدار شخصیتوں میں تبدیلیاں واقع ہوئیں تو ان کی صورت ہرگز مغربی جمہوریت یا انتخابات کی قطعاً نہ تھی۔ اگر خلیفہ اول کا انتخاب مجلس عام میں ہوا جس کی صورت رائے شماری کی بجائے موجودہ افراد کی اکثریت کا معلوم کرنا تھا جسے اجماع کہتے ہیں اور دوسرا خلیفہ کا انتخاب کلیتہً نامزدگی کے ذریعہ سے ہوا۔ پھر تیسرے خلیفہ کے انتخاب میں ایک تیسری صورت اختیار کی گئی۔ یعنی آٹھ آدمیوں کی ایک نامزد کمیٹی نے ایک شخص (حضرت عثمانؓ) کا انتخاب کیا اور آپ اس طرح سربراہِ مملکت بن گئے۔ پھر یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ خلفائے راشدین عمر بھر کیلئے منتخب ہوا کرتے تھے البتہ وہ موجودہ زمانوں کے سیاسی مطلق العنان نہ ہوا کرتے تھے بلکہ وہ قوم کے روبرو مسئول و جوابدہ ہوتے تھے۔ پس اسلامی جمہوریت تو یہی ہے کہ حاکم اعلیٰ کا انتخاب مصلحتِ وقت کے پیشِ نظر جس طرح مناسب ہو کیا جائے اور وہ اگر صالح ثابت ہو تو عمر بھر کے لئے ہو لیکن وہ مطلق العنانی کے اختیارات نہ رکھتا ہو۔ بلکہ قوم کے روبرو جوابدہ و مسئول ہو۔ جس کی مثال حضرت عمرؓ نے پیش کی تھی۔

غرضیکہ اسلامی جمہوریت کا رنگ ہرگز وہ نہیں جو مغربی جمہوریت کا ہے۔ پھر یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ مغربی جمہوریت کیوں کامیاب ہے؟ وہاں رائے شماری اصولوں کی بناء پر کی جاتی ہے۔ نہ کہ برادریوں اور ذاتوں کے اتفاق پر۔ پھر عوام میں یہ شعور موجود ہے کہ ہر فرد کو پورا حق آزادی کا حاصل ہے۔ کہ وہ جیسے چاہے اپنی صوابدید کے مطابق رائے دے۔ بالآخر یہ کہ رائے شماری میں انفرادی آزادی کے شمار کرنے میں کوئی دھاندلی یا طرفداری نہیں کی جاتی۔ ایسے منصفانہ و آزادانہ رائے شماری کے نتیجہ کو سب بسر و چشم قبول کر کے نئی منتخب حکومت کو تسلیم کر لیتے ہیں۔ اب جائے غور ہے کہ پاکستان کے عوام میں کیا ایسے جمہوری نظام کی کامیابی کے کوئی ادنیٰ آثار بھی موجود ہیں؟

پس جب قوم میں نہ وہ اصول انتخاب کا رائج ہے نہ وہ آزادی و انصاف ہے جو رائے شماری کی بنیاد ہے اور نہ ہی وہ نظم و نسق ہے جس کی پابندی ہر شخص کرتا ہو تو ایسی صورت میں مغربی جمہوریت اور انتخابات کا نام لینا واقعاتِ حقہ کے برخلاف ہے۔

—— * * * * ——

تقریر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بر موقعہ جلسہ سالانہ ۸۳ء

مورخہ ۲۴ دسمبر ۱۹۸۳ء

تشہد و تعوذ اور سورۃ محمدؐ کی آیات ۳۵ تا ۳۸ "فلا تہنوا وتدعوآ الی السلم قف ..... ثم لا یکونوا امثالکم"، کی تلاوت کے بعد صدر اجلاس جناب میاں عمر فاروق اور خواتین و حضرات کو مخاطب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

میں نے سورۃ محمدؐ کی آیات آپ کے سامنے تلاوت کی ہیں جن کا مضمون میری تقریر کے دوران میں آئے گا اس لئے میں اس وقت ان کا ترجمہ نہیں سناتا۔ دنیا کو اس وقت بین الاقوامی سطح پر جو سیاسی۔ معاشی اور اقتصادی مشکلات درپیش ہیں ان سے کوئی ذی شعور انسان ناواقف نہیں۔ ان مشکلات سے اگرچہ ہم بھی بالواسطہ طور پر متاثر ہوتے ہیں لیکن جن مشکلات سے ہم براہ راست دوچار ہیں وہ بالکل مختلف نوعیت کی ہیں اور وہ ہماری دینی۔ اخلاقی۔ روحانی اور ابدی زندگی کی حالتیں ہیں جن کے ساتھ ہمارا گہرا تعلق ہے۔ ہماری ان اقدار کی بنیاد چند اصولوں پر ہے جنہیں نظر انداز کرنے سے ہماری روحانی حالت اور ابدی زندگی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔ یہ سب کچھ آپ کے سامنے ہے۔ مجھے اس سلسلے میں کسی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ ان تمام حالات اور واقعات کو اپنے سامنے رکھتے ہوئے اور اپنے دلوں اور دماغوں کو حاضر کر کے آپ خود سوچیں کہ ایسے حالات میں ہمارا طرز عمل کیا ہونا چاہیئے کیونکہ ہمارے لئے اب یہ فیصلہ کرنا ضروری ہے کہ پیش آمدہ ابتلاؤں میں ہمیں کیا کوشش کرنی چاہیئے اور اس کے لئے ہمیں کون سے ذرائع اختیار کرنے ہوں گے تاکہ ان خطرات میں بھی ہم اپنی اقدار کا علم بلند رکھ سکیں اور باقی دنیا کو بھی ان کی روشنی سے مستفید کر سکیں۔ اپنی ہمتوں کو پست نہ ہونے دیں اور اپنا حوصلہ بلند رکھیں۔ اس کی تلاش میں کہیں دور جانے کی ضرورت نہیں آنحضرت صلعم اور آپ کے پاک ساتھیوں کی بے شمار مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔

آپ جانتے ہیں کہ ہمارے سید و آقا حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مقدس ساتھیوں کو ہماری نسبت کہیں زیادہ مشکلات درپیش تھیں۔ اس زمانے میں بھی اس حق کا وجود جسے قائم کرنے کے لئے قدوسیوں کی یہ جماعت کھڑی ہوئی تھی مخالفین کے ہاتھوں نہایت سخت خطرے میں تھا۔ اس ناامیدی اور مایوسی کی گھڑی میں حق تعالےٰ نے اپنی وحی سے آپؐ کو اور آپؐ کے ساتھیوں کو جو راہ بتائی اس کا ذکر ان آیات میں ہے جو میں نے شروع میں تلاوت کی ہیں اور جن کی ابتداء فلا تہنوا کے الفاظ سے ہوتی ہے۔ ان آیات میں عظیم خوشخبری اور چند ہدایات بھی ہیں لیکن غفلت کی صورت میں ان کے ساتھ ہی سخت تنبیہہ بھی ہے۔

آپ نے فرمایا کہ ان آیات میں اگرچہ براہ راست آنحضرت صلعم اور مصائب میں کھڑی ہوئی آپ کی قوم مخاطب ہے لیکن چونکہ قرآن کریم ایک ابدی ہدایت ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حق پرست مسلمانوں کو ایسے حالات آپؐ کے بعد آئندہ بھی پیش آتے رہیں گے اس لئے فرمایا ہے کہ "فلا تہنوا وتدعوا الی السلم قف وانتم الاعلون قف واللہ معکم ولن یترکم اعمالکم" تم دشمن کو اپنے قریب مت آنے دو۔ جن اصولوں کو تم حق سمجھتے ہو انہیں کسی حالت میں بھی قربان مت کرو اور نہ کسی کے آگے جھکو۔ اصولوں پر سمجھوتہ نہ کرو۔ اگر تم ثابت قدم رہو گے تو تم ہی غالب رہو گے۔ اگر اس راہ میں تمہیں مشکلات پیش آئیں اور قربانیاں دینی پڑیں تو تمہاری یہ قربانیاں ہرگز رائیگاں نہیں جائیں گی۔ لن یترکم اعمالکم۔ اللہ تعالےٰ تمہارے اعمال میں کوئی کمی نہیں کرے گا۔ ان کا بڑا اجر ملے گا۔ یہاں اس دنیا میں بھی ملے گا اور اس سے بہت بڑھ کر کہیں اور بھی ملے گا۔ صحابہ کرامؓ نے آنحضرت صلعم سے پوچھا ما الوھن یا رسول اللہ یا رسول اللہ وھن کیا چیز ہے؟ آپؐ نے فرمایا حب الدنیا وکراھیۃ الموت۔ وھن دنیا کی محبت اور موت سے نفرت کو کہتے ہیں۔ دراصل یہی دو چیزیں ہیں جو حق کی راہ میں متزلزل کر دیتی ہیں۔ جو لوگ وھن سے مخلصی پا لیتے ہیں کامیابی ان کے قدم چومتی ہے۔ وہ حق کو غالب کرنے کے لئے جو کوشش بھی کرتے ہیں خواہ وہ کتنی ہی حقیر کیوں نہ ہو اللہ تعالےٰ ان کی اس کوشش کو کئی گنا پھل لگاتا ہے جس کی انہیں توقع بھی نہیں ہوتی۔

ہماری جماعت کا قیام بھی قرآن کریم کی اس آیت کے ماتحت عمل میں آیا ہے ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر ط واولئک ھم المفلحون۔ اور چاہیئے کہ تم میں سے ایک جماعت ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔ یہ جماعت بھی اسلام اور نیکی کی طرف بلانے والی ہے۔ اور یہی اس کے وجود میں آنے کی غرض و غایت ہے۔

حضرت اقدس نے اللہ تعالےٰ کے حکم کے ماتحت اپنی زندگی میں اس کی بنیاد رکھ کر اسے صحیح راہ پر چلانے کے لئے کچھ اصول متعین کر دیئے یہی ہمارے بزرگوں کے اصول اور ان کی جماعت تھی۔ حضرت امام وقت کے دل میں قرآن کریم اور اسلام کے غلبے کے لئے جو تڑپ۔ آرزو۔ جوش و جذبہ اور درد و سوز تھا اس کی چنگاری ان کے دلوں میں بھی روشن کر دی انہوں نے بھی اس مقصد کی کامیابی کے لئے حضرت صاحب کے غم و اضطراب کو اپنا غم اور اضطراب بنا لیا اور بڑے جوش اور خوبی کے ساتھ اس مقصد کو پورا کیا۔ یہ انہی کی ان تھک کوششوں اور جد و جہد کا ثمرہ ہے کہ آج اسلام کے متعلق مغربی دنیا کے مخالفانہ نقطۂ نظر میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو گیا ہے اور اس کے نتیجے میں مغرب کے مصنفین اور محققین اپنے ہاتھوں سے غلط...

کی عمارت کو مسمار کر رہے ہیں۔ ہمارے بزرگوار جناب فاروقی صاحب نے کل اپنے درس میں وہ حوالے سنائے ہیں کہ کس طرح مغرب کے زاویہ نگاہ میں تبدیلی واقع ہوئی ہے۔ ہمارے ۱۹۳۳ء کے جلسہ سالانہ میں آسٹرین نومسلم بیرن عمر ایرنفلز نے جو ڈاکٹر عبداللہ صاحب امام مسجد برلن کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے اسلام کے متعلق احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ

"احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے اس زمانے میں بڑی جانفشانی اور بے نفسی کے ساتھ نسل انسانی کی بڑی بے نظیر خدمت کی ہے اور دنیا کے سامنے وہ اصول پیش کئے ہیں جن کی اسے اشد ضرورت ہے اور جن کے لئے دنیا پیاسی ہے۔ یہ اصول کوئی نئے نہیں ہیں بلکہ قرآن کریم نے تیرہ سو سال پہلے الم نشرح کئے ہیں لیکن اس جماعت نے ان اصولوں کو آج دنیا کے سامنے ایسے رنگ میں پیش کیا ہے جس سے طبائع خود بخود اس طرف کھچی چلی آتی ہیں۔"

یہ وہ ٹریبیوٹ ہے جو ایک نومسلم نے اس جماعت کو پیش کیا ہے لیکن اسی قسم کے خیالات کا اظہار اور بھی بہت سے غیر از جماعت لوگوں نے کیا ہے جو تاریخ کے صفحات میں ابدالاباد تک محفوظ رہیگا اور مٹایا نہیں جا سکے گا۔ اس حقیقت سے ہمارا کوئی مخالف بھی انکار نہیں کر سکتا کہ جو اصول ہمارے پاس ہیں وہ کسی دوسرے کے پاس نہیں ہیں۔ اگر کوئی دوسری جماعت بھی یہ کام کرنا چاہے گی تو اسے بھی انہی اصولوں کو لازماً اپنانا پڑے گا۔ آج دنیا جن اخلاقی۔ روحانی سماجی سیاسی اور معاشی مسائل میں گھری ہوئی ہے ان کا واحد حل انہی اصولوں میں ہے جو اسلام کے اصول ہیں۔ اور جن کو ان کی ضرورت کے مطابق اس جماعت نے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ ماضی میں ہمارے بزرگوں نے باوجود کمی وسائل کے جہاں جہاں بھی اسلام کے ان اصولوں کو پہنچایا انہیں اپنی توقعات سے بڑھ کر کامیابی ہوئی۔ ان کی کوششوں کو اللہ نے کتنے ثمرات لگائے۔ اس کے متعلق بھی لوگ اپنی آراء لکھ چکے ہیں۔ یہ آراء آپ میں سے جن نوجوانوں نے نہیں پڑھیں وہ ضرور پڑھیں اور دیکھیں کہ دنیا اس جماعت کے متعلق کیا رائے رکھتی ہے۔ دنیا کے اکابرین اور مفکرین اس کے متعلق کیا کہتے ہیں۔ میں یہ بات "پدرم سلطان بود" کے طور پر نہیں بلکہ اس لئے کہتا ہوں کہ ہمارے نوجوان یہ جان لیں کہ وہ کتنے عظیم ورثے کے وارث ہیں جس کے ساتھ ان کے کچھ فرائض بھی ہیں۔ اس لئے انہیں چاہیئے کہ اپنے ان فرائض اور ذمہ داریوں کو فراموش نہ کریں۔ اور پیش آمدہ حالات کے تقاضوں کے مطابق اپنے قدموں کو مضبوط کریں جن میں ہمیں یہ اعتراف کر لینا چاہیئے کہ سستی واقع ہو گئی ہے اپنے قدموں کو مضبوط اور تیز کرنے کے لئے اپنے مقصد پر ایمان اور پختہ یقین ہونا شرط ہے۔ اگر کسی کو اپنے مقصد اور اس میں کامیابی پر ایمان اور محکم یقین نہ ہو تو وہ کوئی کام نہیں کر سکتا۔ اپنے مقصد کی کامیابی اور اس کی ترقی کے لئے یہ دو باتیں ضروری ہیں خواہ وہ مقصد دنیوی ہو یا دینی۔ دینی مقاصد کی راہ میں مشکلات کچھ زیادہ ہی ہوتی ہیں۔ دین کا راستہ چڑھائی کا راستہ ہے جسے طے کرنے کے لئے سخت محنت اور جدوجہد کی ضرورت ہوتی ہے اسے لوگ پسند نہیں کرتے۔ قرآن کریم نے بھی یہی فرمایا ہے "فلا اقتحم العقبۃ"

یعنی وہ اونچی گھاٹی پر چڑھنے کی ہمت نہیں کرتا لیکن جو اس راستے کو طے کرنے کا فیصلہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالے کی نصرت بھی اس کے ساتھ ہو جاتی ہے۔

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا جو لوگ ہمارے لئے محنت اور مشقت اٹھاتے ہیں ہم یقیناً انہیں اپنے رستوں پر چلائیں گے۔ اللہ تعالے خود ان کی راہنمائی کرتا ہے اور آسانیاں پیدا کر دیتا ہے۔ وہ ایسی جماعت یا فرد کو جو اس کا مشن پورا کرنے والا ہو کبھی بے یار و مددگار نہیں چھوڑتا۔ اس کے ساتھ یہ بات بھی ذہن نشین ہونی چاہیئے کہ یہ راستہ کٹھن بھی ہے اور اس میں امتحانوں میں سے بھی گذرنا پڑتا ہے۔ "احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وھم لا یفتنون" کیا لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ یہ کہہ کر چھوٹ جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور وہ مصائب میں نہ ڈالے جائیں گے۔ قرآن کریم سے یہ شہادت ملتی ہے کہ کوئی قوم جس قدر اللہ کی مقرب ہوتی ہے اسی قدر اس پر زیادہ امتحان آتے ہیں۔ قرآن کریم میں اس قوم کا ذکر ان الفاظ میں آیا ہے۔

اذ جاءو کم من فوقکم ومن اسفل منکم واذ زاغت الابصار و بلغت القلوب الحناجر وتظنون باللہ الظنونا۔ ھنالک ابتلی المومنون وزلزلوا زلزالا شدیدا۔"

جب وہ تمہارے اوپر سے اور تمہارے نیچے سے تم پر چڑھائی کر کے آ گئے اور جب آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا اور تمہارے دل دہشت اور خوف سے تمہارے گلوں تک آ گئے اور تم میں سے کمزور ایمان والے اللہ کے متعلق بدگمانی میں مبتلا ہو گئے تو مومن آزمائے گئے اور سخت مصائب میں ڈالے گئے۔ انہیں سخت جھنجھوڑا گیا اور جب ان کے پاؤں میں کوئی لغزش نہ آئی اور وہ ثابت قدم نکلے تو دشمن خود میدان چھوڑ کر بھاگ گیا اور اللہ کے وعدے جو مومنوں سے کئے گئے تھے پورے ہوئے کیونکہ ان اللہ لا یخلف المیعاد۔ وہ کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

آپ نے فرمایا کہ ابتداء سے یہ سلسلہ اسی طرح چلا آ رہا ہے جو چیز اس کی مخلوق کے لئے نافع ہوتی ہے اسے وہ قائم رکھنے کے لئے اسباب مہیا فرماتا رہتا ہے اسے کبھی ضائع نہیں ہونے دیتا۔ اس کے مقابلے میں وہ ضرر رساں چیز کو مٹا دیتا ہے۔ قرآن کریم نے اس کی مثال اس طرح بیان فرمائی ہے۔

انزل من السماء ماء فسالت اودیۃ بقدرھا فاحتمل السیل زبدا رابیا۔ ومما یوقدون علیہ فی النار ابتغاء حلیۃ او متاع زبد مثلہ۔ کذالک یضرب اللہ الحق والباطل۔ فاما الزبد فیذھب جفاء۔ واما ماینفع الناس فیمکث فی الارض۔ کذالک یضرب اللہ الامثال۔

"وہ بادل سے پانی اتارتا ہے پھر نالے اپنے اپنے اندازے کے

مطابق بہ نکلتے ہیں۔ پس سیلاب جھاگ کو اوپر اٹھا دیتا ہے۔ اور اس میں جسے آگ میں تپاتے ہیں زیور یا اور سامان بنانے کے لئے اسی طرح جھاگ ہوتا ہے اسی طرح اللہ حق اور باطل کی مثال دیتا ہے۔ سو جھاگ تو رائیگاں جاتا ہے اور وہ پانی جو لوگوں کو نفع پہنچاتا ہے زمین میں ٹھہرا رہتا ہے اسی طرح اللہ مثالیں بیان کرتا ہے۔ اللہ حق جو مخلوق خدا کے لئے نفع بخش ہے قائم رکھتا اور باطل کو مٹا دیتا ہے۔ اسلام چونکہ نافع الناس دین اور قرآن کریم نافع الناس کتاب ہے اس لئے اللہ تعالےٰ اسے ہمیشہ قائم رکھے گا۔ اس کے ابدی قیام و بقا کے لئے قرآن کریم میں پیشگوئیاں موجود ہیں۔ آج تک اسلام کو نہ کوئی مخالف نظریہ مٹا سکا ہے اور نہ ہی اس پر غالب آسکا ہے۔ اگرچہ اسے ختم کرنے کے لئے ہمیشہ سے منصوبے اور ارادے ہوتے رہے ہیں " یریدون لیطفؤا نوراللّٰہ بافواھھم واللّٰہ متم نورہ ولو کرہ الکٰفرون

یہ معاندین اسلام اللہ کے نور یعنی اسلام کو بجھانے کی کوشش کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ لیکن اللہ اپنے اس نور کو پورا کرکے رہے گا۔ گو کافر برا منائیں چونکہ آنحضرت صلعم کا وجود، اسلام اور قرآن کریم نافع الناس اور حق ہیں اس لئے یہ ہمیشہ قائم رہیں گے اور کسی کے مٹائے مٹ نہیں سکیں گے۔

آپ نے اسلام اور مسلمانوں کی ایک صدی پیشتر کی حالت کے حوالے سے بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اس زمانے میں مسلمانوں کی حالت ہر لحاظ سے بہت مایوس کن تھی۔ اسلام اپنے دشمنوں کے نرغے میں تھا۔ سائنس اور فلسفہ جدیدہ کے خطرناک حملے اس پر ہو رہے تھے۔ اسلام کے نام لیوا اور مسلمان ہونے کا دعوٰی کرنے والے بڑے بڑے علماء اور فقہا بھی موجود تھے تو پھر یہ مایوس کن حالت کیوں تھی اور یہ حق سچا تھے غالب ہونے کے مغلوبیت کی حالت میں کیوں نظر آتا تھا۔ یہ ایک تعجب انگیز بات ہے لیکن اس کا جواب بھی قرآن کریم کے اندر ہی موجود ہے اور وہ یہ ہے " وقال الرسول یٰرب ان قومی اتخذوا ھذا القراٰن مھجورًا " اور رسول نے کہا اے میرے رب میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑی ہوئی چیز کی طرح قرار دیا۔ یہ آنحضرت صلعم کی اپنی قوم کے متعلق اپنے رب سے درد بھری شکایت ہے۔ ظاہر ہے آپ کی زندگی اور آپ کے چند سال بعد تک آپ کی قوم کی یہ حالت نہ تھی اس لئے یہ شکایت بعد میں آنیوالی قوم کے متعلق ہے جس کی تصدیق احادیث سے ہوتی ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ رسول کریم نے فرمایا اے لوگو! علم کے قبض ہونے اور اس کے اٹھ جانے سے قبل کچھ علم حاصل کر لو۔ جب آپ سے پوچھا گیا کہ حضور علم کس طرح اٹھ جائے گا حالانکہ قرآن شریف ہمارے درمیان موجود ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تیری ماں تجھے پیٹے کیا تو نہیں جانتا کہ یہودی اور نصرانی جن کے صحیفے ان میں موجود ہیں لیکن پھر بھی ان کا اس تعلیم سے ذرا بھی تعلق نہیں جو ان کے انبیاء لائے تھے۔ یاد رکھو علم کے چلے جانے سے مراد یہ ہے کہ علم پر عمل کرنے والے نہیں رہیں گے اور آپ نے یہ جملہ تین دفعہ دوہرایا۔

حقیقت یہ ہے کہ آج سے ایک صدی پیشتر بھی علم قرآن اور اس پر عمل دنیا سے اٹھ گیا تھا اور مسلمان رسوا ہو گئے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے اپنی قدیم سنت کے مطابق اسے دوبارہ زندہ کرنے کے لئے اپنے ایک بندے کو اس زمانے میں بھیجا تاکہ وہ علم قرآن کے ذریعے دنیا کے سامنے اسلام کی سچی اور ابتدائی صحیح صورت پیش کرے اور مسلمانوں کو رسوائی اور ذلت کی حالت سے نکال کر ان کی عظمت رفتہ انہیں واپس دلائے۔ اس کا ذکر بھی حضرت ابوہریرہ رضہ کی ایک متفق علیہ حدیث میں ہے۔ انہوں نے آنحضرت صلعم سے یہ روایت کی ہے کہ جب ایمان (قرآن) ثریا پر چلا جائے گا تو ابنائے فارس میں سے ایک شخص اسے واپس لائے گا۔ اور یہ بات آپ نے حضرت سلمان فارسی رضہ کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے فرمائی۔

اللہ تعالےٰ نے اپنا یہ وعدہ چودھویں صدی میں پورا فرمایا اور حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو مجدد مہدی اور مسیح موعود بنا کر بھیجا تاکہ وہ قرآن کریم کے نور کو دنیا میں پھیلا کر نسل انسانی کو ان ظلمات سے نکالیں جن میں وہ گھری ہوئی ہے اور اسی غرض کے لئے آپ نے تحریک احمدیت کی بنا رکھی۔

اس صدی کا سب سے خطرناک فتنہ دجالیت اور عیسائیت کا تھا جس نے ایک تو مسلمانوں کو سیاسی طور پر غلامی کی زنجیروں میں جکڑ رکھا تھا اور دوسری طرف اپنے دجالی ہتھکنڈوں سے ان کا ایمان بھی چھیننا چاہتی تھی حضرت صاحب نے ان تمام فتنوں کا سدباب کیا۔ دجالیت اور عیسائیت کا طلسم دھواں ہو کر اڑ گیا۔ جو مذہب بھی اسلام کے مقابل پر آیا اسے شکست فاش دی۔ یہ سب کچھ جس طرح ہوا وہ آپ کے سامنے ہے۔ اب اللہ تعالےٰ نے اپنی مہربانی سے آپ کو یہ وراثت بخشی ہے۔ قرآن کریم کے علم اور نور کو دنیا میں پہنچانا اللہ تعالےٰ کا کام ہے جس سے بہتر دوسرا کوئی مشن نہیں ہو سکتا۔ قرآن کریم اس کام کو احسن کہتا ہے " ومن احسن قولا ممن دعا الی اللّٰہ وعمل صالحا وقال اننی من المسلمین

اور اس سے بہتر کس کی بات ہے جو اللہ کی طرف بلاتا ہے اور اچھے کام کرتا ہے اور کہتا ہے میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔ یہی بہترین کام ہے اللہ تعالےٰ نے اس کام کے لئے حضرت صاحب کو منتخب کر کے کھڑا کیا حدیث کے الفاظ ہیں: " ان اللّٰہ یبعث ،، یقینا ایسے انسان کو اللہ تعالےٰ اپنے مشن کے لئے خود منتخب کر کے کھڑا کرتا ہے۔ وہ خود بخود کھڑا نہیں ہو جاتا اور نہ لوگ اسے کھڑا کرتے ہیں۔ یہ کہنا صریحًا خلاف حدیث، خلاف تاریخ اور خلاف حقیقت ہے کہ مجدد وہ ہوتا ہے جسے لوگ اس کے کام کی وجہ سے مجدد کہیں اور اس کے لئے کسی دعوٰی کی ضرورت نہیں ہوتی کہ وہ اعلان کرے کہ مجھے اللہ نے مجدد بنا کر بھیجا ہے۔ اللہ نے حضرت صاحب کو قرآن اور اسلام کی خدمت کے لئے چن لیا اور آپ کے دل میں اس کے لئے جو درد اور تڑپ پیدا کی اس کا اظہار آپ کے ان فارسی اشعار سے ہوتا ہے۔

فارسی اشعار اور ان کا ترجمہ:-

۱؎ دردا کہ حسنِ صورتِ فرقاں عیاں نماند + آں خود عیاں مگر اثرِ عارفاں نماند

۲؎ بینم کہ ہر یکے با غمِ نفس مبتلا ست + کس را غمِ اشاعتِ فرقاں بجاں نماند

۳؎ جانم کباب شد ز غمِ ایں کتابِ پاک + چنداں بسوختم کہ خود امیدِ جاں نماند

۴؎ یارب چہ بہرِ من غمِ فرقاں مقدر است + یا خود دریں زمانہ کسے راز داں نماند

۵؎ اے بے خبر بخدمتِ فرقاں کمر ببند + زاں پیشتر کہ بانگ بر آید فلاں نماند

ترجمہ:۱؎ افسوس کہ قرآن کے چہرہ کی خوبصورتی پوشیدہ ہو گئی وہ خود تو ظاہر ہے مگر عارفوں کا نشان نہ رہا

۲؎ میں دیکھتا ہوں کہ ہر شخص اپنے ذاتی تفکرات میں مبتلا ہے کسی کو بھی قرآن کی اشاعت کا دلی فکر نہیں ہے

۳؎ اس کتاب کے غم میں میری جان کباب ہو گئی اور میں اس قدر جل گیا ہوں کہ بچنے کی کوئی اُمید نہیں

۴؎ اے رب کیا میری تقدیر میں فرقان کیلئے غم کھانا لکھا ہے یا اس زمانہ میں میرے سوا اور کوئی واقف حقیقت نہیں

۵؎ اے بے خبر فرقان کی خدمت کیلئے کمر باندھ لے اس سے پہلے کہ یہ آواز آئے کہ فلاں شخص مر گیا۔

ان اشعار میں جو سوز و غم اور درد ہے وہی آپ نے اپنے گرد جمع ہونے والے کچھ دوسرے انسانوں کے دلوں میں بھی بھر دیا جنہوں نے آپ کی آواز پر لبیک کہا اور آپ نے اس کے متعلق یہ پیشگوئی کی کہ یہ میرا کام ہے یا اس کا جو میری شاخ ہے اور مجھ میں ہی داخل ہے۔ دوسرے سے ہرگز ایسا نہ ہوگا جیسا کہ مجھ سے یا اس سے (یعنی میری شاخ سے) آپ کی یہ پیشگوئی اس طرح پوری ہوئی کہ آج سے تقریباً ۶۷ سال پہلے حضرت مولانا محمد علیؒ نے ۱۹۱۷ء میں انگریزی ترجمۃ القرآن مکمل کیا۔ بڑے بڑے مشرقی اور مغربی مفکرین نے یہ تسلیم کیا ہے کہ یہ ترجمہ علمی تحقیق اور معرفت کے لحاظ سے بے نظیر ہے اور آج تک ایسا ترجمہ شائع نہیں ہو سکا۔ اس طرح ہمارے بزرگوں نے حضرت صاحب کی پیشگوئی کو سچا ثابت کر دکھایا۔ اور اب یہ کام وہ ہمارے سپرد کر گئے ہیں۔

آپ نے سامعین کو یاد دلاتے ہوئے فرمایا کہ میں نے آج سے دو سال قبل اس اسٹیج سے یہ تحریک کی تھی کہ ہمیں تین سالوں میں قرآن کریم کے کم از کم تین ترجمے کر لینے چاہئیں۔ ہم نے اپنے اس وعدے اور ارادے کو فراموش نہیں کیا چنانچہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ہم نے اس سلسلے میں چند ایک اقدام کئے اور اس نے ہمیں اس کا نتیجہ دکھانا شروع کر دیا ہے۔ جیسا کہ سیکرٹری صاحب کی رپورٹ میں آپ نے سُنا ہے تین تراجم پر کام شروع ہو چکا ہے۔ ان میں سے دو ابھی تک مکمل نہیں ہوئے لیکن ہسپانوی زبان میں ایک ترجمہ اور تفسیر جو حضرت مولانا محمد علی صاحب کے ترجمہ اور تفسیر پر مبنی ہے مکمل ہو چکی ہے۔ اور آج یہ خوشخبری آپ کے سامنے ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس کلام کا معجزہ یہی ہے کہ وہ دو شخص جو میاں بیوی ہیں ترجمہ کرتے ہوئے مسلمان ہو چکے ہیں۔ اگرچہ انہوں نے ابھی تک اس کا اعلان نہیں کیا لیکن جب ان کے حالات نے اجازت دی تو وہ اعلان بھی کر دیں گے انہوں نے اسی جذبے کے ساتھ مجھے ایک خط لکھا ہے کہ اگر جلسہ سالانہ تک یہ ترجمہ ہمیں پہنچ جائے تو ہماری جماعت بہت خوش ہوگی۔ میاں کا نام سرخیو اور بیوی کا نام کارمن ہے۔ سرخیو نے میکسیکو سے اپنی بہن کے ہاتھ یہ ترجمہ امریکہ میں میرے بیٹے جنرل عبداللہ سعید کو بھیجا عبداللہ سعید کا ارادہ پہلے بھی جلسہ سالانہ پر آنے کا تھا اس لئے وہ خود یہ قرآن شریف لے کر آئے ہیں۔ سرخیو اور کارمن نے اس کے ساتھ آپ کو ایک خط لکھا ہے جو عبداللہ آپ کو پڑھ کر سنائیں گے۔

(جنرل عبداللہ سعید نے وہ خط پڑھ کر سنایا اور اپنی مختصر تقریر میں اس ترجمہ کے پس منظر پر روشنی ڈالی۔ آپ نے سرخیو اور کارمن کی خواہش کے مطابق یہ ترجمہ حضرت امیر کی خدمت میں پیش کیا جس پر حاضرین نے اپنے جذبات مسرت اور تشکر کے اظہار کے لئے نعرہ ہائے تکبیر بلند کئے)

اس کے بعد حضرت امیر نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

اب میں ان آیات کے مضمون کی طرف آتا ہوں جو میں نے شروع میں تلاوت کی تھیں۔ یہ آیات اس زمانہ کی ہیں جب مسلمان نہایت کمزوری کی حالت میں تھے اور اسلام کی مخالف طاغوتی قوتیں نہایت شدت کے ساتھ اسلام کو مٹانے کے لئے کھڑی ہو گئی تھیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "فلا تھنوا و تدعوا الی السلم ق وانتم الاعلون ق واللہ معکم ولن یترکم اعمالکم" دیکھو تم دنیا کی محبت میں مبتلا ہو کر اور موت سے ڈر کر اپنے دشمن کو صلح کی طرف نہ بلاؤ۔ انجام کار تم ہی غالب ہو گے کیونکہ اللہ تمہارے ساتھ ہے (ہم نے بھی یہ ماٹو ان اللہ معنا بنایا ہوا ہے) اس کے بعد یہ الفاظ آتے ہیں ولن یترکم اعمالکم اور وہ جو اللہ کے دین کو قائم کرنے اور پھیلانے کے لئے تم قربانیاں دے رہے ہو یا کوششیں کر رہے ہو اللہ تمہیں ان کا بہت بڑا اجر دے گا۔ جب اللہ کی معیت حاصل ہو جائے اور اس کے ساتھ کامیابی کا وعدہ بھی تو اس سے بڑھ کر تسلی اور خوشی کی کونسی بات ہو سکتی ہے۔

دنیا کی زندگی جس کے پیچھے ہم پڑے ہوئے ہیں اس کی حقیقت ان آیات میں جو میں نے صبح کی نماز میں پڑھی تھیں یا اس وقت پڑھی ہیں یہ بیان کی گئی ہے

"اعلموا انما الحیوۃ الدنیا لعب ولھو وزینۃ وتفاخر بینکم وتکاثر فی الاموال والاولاد ۔۔۔ الخ" اور

"انما الحیوۃ الدنیا لعب ولھو وان تؤمنوا وتتقوا یؤتکم اجورکم ولا یسئلکم اموالکم"

یہ زندگی صرف کھیل اور بے حقیقت چیز ہے۔ اس کے مقابلے میں دوسری زندگی یہ ہے کہ اگر تم ایمان لاؤ اور متقی ہو جاؤ تو وہ تمہارے اجر تمہیں دے گا اور تمہارے مال تم سے نہیں مانگے گا۔

"ان یسئلکموھا فیحفکم تبخلوا ویخرج اضغانکم"

اگر وہ تم سے تمہارے اموال مانگے اور اس کے لئے تم سے الحاح کرے تو تم بخل کرو اور تمہارے اندر جو کینے۔ بغض اور گند بھرے ہوئے ہیں وہ سامنے آ جائیں۔

اس سے اگلی آیت میں بڑی سخت تنبیہ بھی ہے۔

"ھانتم ھؤلاء تدعون لتنفقوا فی سبیل اللہ ج فمنکم من یبخل ج ومن یبخل فانما یبخل عن نفسہ ط واللہ الغنی وانتم الفقراء ج وان تتولوا یستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم"

دیکھو تم ہی وہ لوگ ہو جنہیں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے بلایا جاتا ہے، پس تم میں سے وہ ہے جو بخل کرتا ہے۔ اگر وہ ایسا کرتا ہے تو صرف اپنی جان سے بخل کرتا ہے۔ اللہ تو بے نیاز ہے۔ محتاج تو تم ہی ہو۔ اور اگر تم پھر جاؤ

تو وہ تمہارے سوا کسی اور قوم کو بدل کر لے آئیگا۔ پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔ کوئی انسان کتنا ہی صاحب مال و دولت ہو وہ اللہ کے سامنے محتاج اور فقیر ہی ہے کیونکہ یہ مال و دولت بھی وہی دیتا ہے اور جب چاہے لے بھی لیتا ہے اس لئے اس کے راستے میں خرچ کرنے میں بخل سے کام نہ لو کیونکہ یہ تمہارے اپنے ہی فائدہ کے لئے ہے اور اگر بخل سے کام لوگے تو اپنا ہی نقصان کرو گے اللہ کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ وہ تمہاری جگہ کوئی دوسری قوم لے آئے گا۔ جو قربانیاں کرنا جانتی ہوگی اور وہ تمہاری طرح بخل کرنے والی نہ ہوگی۔

بظاہر یہ خطاب آنحضرت صلعم کی اس قوم کو ہے جس نے آپ کے زیر سایہ تربیت حاصل کی تھی اور جنھوں نے اپنے اموال اپنی جانیں۔ اپنی اولاد۔ اپنی عزت اور اپنے گھر بار سب کچھ اللہ کی راہ میں قربان کر دیا تھا۔ انہیں یہ کہا کہ اگر تم پھر جاؤ گے تو ہم تمہاری جگہ دوسری قوم بدل کر لے آئیں گے جو تمہاری طرح بخل سے کام لینے والی نہ ہوگی۔

یہ خطاب دراصل پیچھے آنے والوں کے لئے ہے اس لئے وان تتولوا یستبدل قوما غیرکم کے الفاظ سے ہمارے دل کانپ جانے چاہییں۔ یہ ہمارے لئے بڑے خوف کا مقام ہے کیونکہ ہم نے ایک عظیم کام کا بیڑہ اٹھایا ہے جس کے لئے قربانیوں کی ضرورت ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ہم بھی بخل سے کام لے کر اپنا نقصان کر بیٹھیں۔ ہم نے حضرت مسیح موعود کے ساتھ آپ کے اس عظیم الشان مقصد کو جو ہمارے پاس ان کی امانت ہے پورا کرنے کا عہد کیا ہے لیکن ہمیں یہ اعتراف کرنا چاہیئے کہ ہم اس کا حق ادا نہیں کر رہے۔ جیسی جماعت حضرت صاحب بنانا چاہتے تھے ہم ویسی جماعت نہیں بن سکے۔ وہ تو ایک ایسی مثالی جماعت بنانا چاہتے تھے جو دنیا کے لئے اعلےٰ نمونہ ہوتی۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اب مجھے اپنی جماعت میں بڑی خامیاں اور کمزوریاں نظر آتی ہیں۔ جو قرآن کریم کے الفاظ "تتولوا" یعنی پھر جانے کے مترادف ہے۔ خدانخواستہ اگر ہم اسی طرح غفلت اور دنیا کی محبت میں غرق رہیں گے تو آنے والے دن بڑے سخت ہیں۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنے دلوں کو ٹٹولیں اور اپنی موجودہ حالتوں پر غور کریں اور اپنے آپ کو بدلنے کی کوشش کریں تاکہ اللہ کی حفاظت اور پناہ میں آنے کے قابل ہو جائیں اگر ہم ایسا نہ کریں گے تو اس کا فیصلہ بہرحال نافذ ہو کر رہے گا۔

دنیا کے اور ہمارے اندرونی حالات جیسا کہ میں بیان کر آیا ہوں ہمارے سامنے ہیں ایسے میں ایک عزم کے ساتھ ہم نے یہ فیصلہ کرنا ہے کہ ہم نے جو کام اپنے ذمہ لیا ہوا ہے ہم اس کا حق ادا کریں گے۔ ولینصرن اللہ من ینصرہ اور اللہ ضرور اس کی مدد کرتا ہے جو اس کے دین کی مدد کرتا ہے۔

فارسی اشعار اور ان کا ترجمہ:۔

بجنبید از پئے کوشش کہ از درگاہ ربّانی
ز بہر ناصران دین حق نصرت شود پیدا
اگر دست عطا در نصرت اسلام بکشائید
ہم از بہر شما ناگہ ید قدرت شود پیدا
ز بذل مال در راہش کسے مفلس نمی گردد
خدا خود میشود ناصر اگر ہمت شود پیدا
بجو از جان و دل تا خدمتے از دست تو آید
بقائے جاودانی یابی گر ایں شربت شود پیدا

ترجمہ:۔ ۱؎ :۔ کوشش کیلئے حرکت میں آجاؤ کہ خدا کی درگاہ سے مددگاران اسلام کے لئے ضرور نصرت ظاہر ہوگی۔

۲؎ اگر اسلام کی تائید میں تم اپنا سخاوت کا ہاتھ کھولو تو فوراً تمہارے اپنے لئے بھی خدائی قدرت کا ہاتھ نمودار ہو جائے۔

۳؎ اس کی راہ میں مال خرچ کرنے سے کوئی مفلس نہیں ہو جایا کرتا اگر ہمت پیدا ہو جائے تو خدا خود ہی مددگار بن جاتا ہے۔

۴؎ دل و جان سے کوشش کر تاکہ تیرے ہاتھوں سے کوئی خدمت اسلام ہو جائے اگر یہ شربت پیدا ہو جائے تو تو بقائے دوام حاصل کر لے گا۔

ہمارے بزرگوں کی تھوڑی تھوڑی سی قربانیوں کے بدلے میں اللہ تعالےٰ نے ہمیں کیا کچھ نہیں بخشا۔ کونسی دولت۔ عزت اور آسودگی ہمیں نہیں دی۔ ہم اپنی پچھلی اور موجودہ حالتوں کا موازنہ کر کے دیکھ لیں تو یہ سب کچھ ہم پر روشن ہو جائیگا۔ کوئی تحریک مالی قربانیوں کے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتی۔ پیغمبروں کو بھی اس کے لئے ہاتھ پھیلانے پڑے ہیں۔ دنیا اس وقت جس معاشی بحران سے گذر رہی ہے وہی بحران ہماری انجمن کو بھی درپیش ہے اپنے کارکنوں کا جنھوں نے اپنی زندگیاں وقف کر رکھی ہیں ہم حق ادا نہیں کر سکتے۔ کیونکہ مالی وسائل سے ہم اپنے ہاتھ خالی پاتے ہیں۔ ان کے ایثار کا معاوضہ ہم ادا نہیں کر سکتے۔ ساری ضروریات زندگی کی قیمتیں ہماری مالی استطاعت سے بہت بڑھ گئی ہیں۔ کیا ہم اپنی موجودہ آمدنی میں یہ سلسلہ چلا سکتے ہیں؟ اور کیا ہم مالی وسائل کی کمی کی وجہ سے اس کی نشاۃ کو سست کرنا پسند کریں گے؟ ہم اپنی زندگی میں تو کبھی پسند نہیں کریں گے۔ ہم تھوڑی بہت جو خدمت بھی جس رنگ میں کر رہے ہیں یا انجمن کے اموال کو جس طرح خرچ کرتے ہیں یا بعض لوگوں کی رائے میں ضائع کر رہے ہیں وہ ہماری ذمہ داری ہے اور اس کے لئے ہم اللہ کے سامنے جوابدہ ہیں۔ اس کا حساب وہ ہم سے لے گا۔ ہماری جماعت کو چاہیئے کہ دین کی خدمت میں وہ ہمارا ہاتھ بٹائیں۔ اپنے چندہ ماہوار میں اضافہ کریں اس وقت جو اپیل میں آپ سے کرتا ہوں وہ اشاعت اسلام کے لئے ہے اس اپیل سے پہلے ہی اس اجلاس کے صدر میاں عمر فاروق صاحب نے اپنے عطیہ کا اعلان کر کے میرے بڑے غم اور فکر کو بہت حد تک دور کر دیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے میری ان کی خط و کتابت ہے لیکن انہوں نے کبھی اس کا اشارہ تک نہیں کیا اور نہ ہی کچھ زبانی ذکر کیا۔ مجھے تو کسی نے یہ بتایا تھا کہ وہ اس دفعہ جلسہ پر بھی نہیں آ رہے۔ جو جھوٹ تھا۔ میں آپ کے لئے کوئی ہدف مقرر نہیں کرتا۔ آپ جتنا اپنے دل کی خوشی سے دے سکتے ہیں دیں۔ میں اپنی تقریر کو ان الفاظ پر ختم کرتا ہوں۔ فاتقوا اللہ ما استطعتم واسمعوا واطیعوا وانفقوا خیرا لانفسکم ومن یوق شح نفسہ فاولٰئک ھم المفلحون ۔ سو اللہ کا تقویٰ کرو جہاں تک ہو سکے اور سنو اور اطاعت کرو اور خرچ کرو۔ یہ تمہارے اپنے لئے بہتر ہے اور جو اپنے نفس کے بخل سے بچ جائے تو وہی کامیاب ہیں۔ آپکی اس درد بھری اپیل پر حاضرین نے دل کھول کر اپنے مالوں کی قربانی پیش کی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک ۔

حمد باری تعالیٰ

از حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمد قادیانی

کس قدر ظاہر ہے نور اس مبدأ الانوار کا ،
بن رہا ہے سارا عالم آئینہ ابصار کا

چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بیکل ہو گیا
کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اس میں جمالِ یار کا

اس بہار حسن کا دل میں ہمارے جوش ہے
مت کرو کچھ ذکر ہم سے ترک یا تاتار کا

ہے عجب جلوہ تری قدرت کا پیارے ہر طرف
جس طرف دیکھیں وہی رہ ہے ترے دیدار کا

چشمۂ خورشید میں موجیں تری مشہود ہیں۔
ہر ستارے میں تماشا ہے تری چمکار کا

تو نے خود روحوں پہ اپنے ہاتھ سے چھڑکا نمک
اس سے ہے شورِ محبت عاشقانِ زار کا

کیا عجب تو نے ہر اک ذرہ میں رکھے ہیں خواص
کون پڑھ سکتا ہے سارا دفتر ان اسرار کا

تری قدرت کا کوئی بھی انتہا پاتا نہیں
کس سے کھل سکتا ہے پیچ اس عقدۂ دشوار کا

خوبرویوں میں ملاحت ہے ترے اس حسن کی
ہر گل و گلشن میں ہے رنگ اس تری گلزار کا

چشم مست ہر حسیں ہر دم دکھاتی ہے تجھے
ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خمدار کا

آنکھ کے اندھوں کو حائل ہو گئے سو سو حجاب
ورنہ تھا قبلہ ترا رخ کافر و دیندار کا

ہیں تیری پیاری نگاہیں دلبرا اک تیغ تیز
جس سے کٹ جاتا ہے سب جھگڑا غمِ اغیار کا

تیرے ملنے کے لئے ہم مل گئے ہیں خاک میں
تا مگر درماں ہو کچھ اس ہجر کے آزار کا

ایک دم بھی کل نہیں پڑتی مجھے تیرے سوا
جاں گھٹی جاتی ہے جیسے دل گھٹے بیمار کا

شور کیسا ہے ترے کوچہ میں لے جلدی خبر
خوں نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں وار کا

از قلم مکرم جناب نصیر احمد فاروقی صاحب لاہور

درسِ قرآن — سبق (۶۳)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَسَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَجَنَّۃٍ عَرْضُھَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ ۙ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ۚ

(آل عمران ۱۳۲ - ۱۳۳)

ترجمہ:- اور دوڑو اپنے رب کی مغفرت کی طرف اور اس جنت کی طرف جس کی وسعت آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔ وہ متقیوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ جو لوگ خرچ کرتے ہیں (اللہ کی راہ میں) آسودگی میں اور تنگی میں، اور سخت غضب کو دبا لینے والے اور لوگوں کو معاف کر دینے والے اور اللہ احسان کرنیوالوں سے محبت کرتا ہے۔

میں آج کے درس کی دو آیات میں سے پہلی آیت کی تفسیر پچھلے درس میں تقریباً ختم کر چکا ہوں۔ اس آیت کے باقی حصہ کو سمجھنے کے لئے پچھلے درس کی باتوں کو نہایت اختصار سے دوہرانا ضروری ہے تاکہ آپ آج کے درس کو سمجھ سکیں۔ میں نے عرض کیا تھا کہ:-

(۱) یہاں دوڑنے کا حکم اس لئے دیا کہ انسان دوڑتا ہے اوّل تو اُسے سخت خطرہ ہو۔ معمولی خطرات کے علاوہ جو کبھی کبھار پیدا ہوتے ہیں

- دو خطرات انسان کو ہر وقت لگے رہتے ہیں۔ اول تو شیطان اور دوم انسان کا اپنا نفس امّارہ جو کہ انسان کی وہ حالت (شروع شروع میں) ہوتی ہے کہ اس کا نفس حیوانی جذبات اور خواہشات کا غلام ہوتا ہے تو شیطان اور نفس امّارہ سے انسان ہر وقت سخت خطرہ میں ہے کہ وہ انسان کو گمراہ بلکہ ہلاک نہ کر دیں۔ فرمایا ان سے پناہ تمہارے رب کی مغفرت میں مل سکتی ہے جس کی طرف دوڑ کر آ جاؤ۔

(۲) یا انسان دوڑتا ہے جب کام ضروری اور اہم ہو اور وقت کم ہو۔ انسان کی اپنی نجات اور فلاح سے بڑھ کر کوئی ضروری اور اہم کام نہیں ہو سکتا اور انسان کے پاس اس عظیم کام کے لئے وقت بہت تھوڑا ہے۔ جو آج نہیں تو کل ختم ہو سکتا ہے۔

(۳) پھر انسان تب بھی دوڑتا ہے کہ کوئی چیز ایسی اعلیٰ اور دلکش ہو کہ وہ انسان کے لئے بڑی بھاری نعمت ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی مغفرت بھی انسان کے لئے بہت بھاری نعمت ہے مگر اس کے علاوہ ایک اور نعمت عظمیٰ کی طرف بلایا یعنے اس جنت کی طرف جو اصل میں تو مرنے کے بعد انسان کو اگلے سات آسمانوں کی زندگیوں میں ملے گی مگر اس دنیا میں بھی مل جاتی ہے دل کی جنت کی شکل میں۔ اور جس کا دل سکھی ہو وہ جنت میں ہوتا ہے اگرچہ ظاہری سامان عیش و آرام کے اسے میسر نہ بھی ہوں۔ اور جو یہاں دل کی جنّت پا لیتا ہے وہی مرنے کے بعد باہر کی جنت میں بھی داخل ہو جاتا ہے۔

فرمایا کہ جنت، خواہ وہ دل کی ہو یا اگلے جہان کی ظاہر اور باطن کی جنت، وہ تیار کی گئی ہے متقیوں کے لئے۔ متقی وہ ہے جو گناہوں سے، بری باتوں سے بچے۔ تو کیا حکمت کی کتاب قرآن کریم ہے۔ فرمایا اگر اس دنیا کی جنّت چاہتے ہو یا آخرت کی جنت تو دونوں گناہوں اور برائیوں سے بچنے میں ملتی ہیں۔ انہی سے قرآن کریم نے روکا بھی ہے اور اسی لئے اسے هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ فرمایا تھا کہ جو تقویٰ سیکھنا چاہیں ان کے لئے قرآن مکمل ہدایت ہے۔ اور جب انسان کے عملوں میں سے برے پہلو نکل جائیں تو وہ اعمالِ صالحہ یعنے نیک عمل بن جاتے ہیں۔ مثلاً دولت کمانے میں دنیا دن رات لگی ہوئی ہے۔ اب دولت حلال طریقوں سے بھی کمائی جا سکتی ہے اور حرام طریقوں سے بھی۔ اگر کوئی شخص حرام طریقوں سے بچتا ہے تو وہ صرف حلال طریقوں سے کمائے گا جو کہ عمل صالح ہے۔ تو حلال طریق سے کمائی کرنے والے کو دل کا اطمینان اور چین نصیب ہوگا جو دل کی جنت ہے۔ دوسری بات جنت کے متقیوں کے لئے تیار کئے جانے میں عجب حکمت اور معرفت ہے۔ وہ یہ کہ جنّت، جنت نہ رہے اگر اس میں چور، ڈاکو، قاتل، رشوت لینے والے، بدچلن اور بدمعاش لوگ، جھوٹ بولنے والے، دھوکے باز ہوں اور ہر قسم کے مجرم ہو سکیں۔ نہ تو جنت میں جرم ہوں گے نہ برائیاں، نہ پولیس ہوگی نہ جیل خانے، بلکہ لوگ ہر قسم کے امن اور سلامتی میں ہوں گے جیسا کہ قرآن پاک نے فرمایا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا یعنے جنت میں انہیں دعا اور سلامتی ملے گی (الفرقان ۲۵ - ۷۵) اور یہ تبھی ممکن ہو سکے گا کہ وہاں وہ لوگ داخل ہوں جو تقویٰ پر ایسے مضبوط ہوں کہ ان سے کوئی جرم یا برائی نہ ہو سکے اور یہ مضبوطی ایک لمبے عرصہ کا بلکہ عمر بھر کا مجاہدہ چاہتی ہے۔ اس لئے بھی فرمایا کہ دوڑو اللہ تعالیٰ کی مغفرت کی طرف کیونکہ انسان نے آگے ہی اپنی عمر غفلت بلکہ گناہوں میں کاٹی ہوتی ہے۔ اس لئے اب وقت تھوڑا رہ گیا ہے اور تقویٰ میں کمال بہت مشکل کام ہے اور وقت چاہتا ہے۔

ہر انسان اول تو اس غلط فہمی میں ہوتا ہے کہ وہ بے گناہ اور معصوم ہے۔ اور جن لوگوں کو اپنے چند گناہوں کا احساس ہو بھی وہ نہیں جانتے

جلد:- ۷۱ | یوم چہار شنبہ ۳ ر جمادی الثانی ۱۴۰۴ھ مطابق ۷ ؍ مارچ ۱۹۸۴ء | شمارہ ۱۰

ارشادات حضرت مجدد صد چہاردہم

میری نصیحت یہی ہے کہ دو باتوں کو ہمیشہ یاد رکھو

(۱) خدا تعالیٰ سے ڈرو ——— (۲) اپنے بھائیوں سے ہمدردی کرو

"میں صلح کو پسند کرتا ہوں اور جب صلح ہو جاوے پھر اس کا ذکر بھی نہیں کرنا چاہیئے کہ اس نے کیا کہا یا کیا کیا تھا۔ میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص جس نے مجھے ہزاروں مرتبہ دجال اور کذاب کہا ہو اور میری مخالفت میں ہر طرح کی کوشش کی ہو اور وہ صلح کا طالب ہو تو میرے دل میں خیال بھی نہیں آتا اور نہیں آسکتا کہ اس نے مجھے کیا کہا تھا اور میرے ساتھ کیا سلوک کیا تھا ہاں خدا تعالیٰ کی عزت کو ہاتھ سے نہ دے۔

یہ سچی بات ہے کہ جو شخص چاہتا ہے کہ اس کی وجہ سے دوسروں کو فائدہ پہنچے اسکو کینہ ور نہیں ہونا چاہیئے۔ اگر وہ کینہ ور ہو تو دوسروں کو اس کے وجود سے کیا فائدہ پہنچے گا جہاں ذرا اس کے نفس اور خیال کے خلاف ایک امر واقع ہوا وہ انتقام لینے پر آمادہ ہو گیا اسے تو ایسا ہونا چاہیئے کہ اگر ہزاروں نشتروں سے بھی مارا جاوے پھر بھی پرواہ نہ کرے۔

میری نصیحت یہی ہے کہ دو باتوں کو یاد رکھو ایک خدا تعالیٰ سے ڈرو دوسرے اپنے بھائیوں سے ایسی ہمدردی کرو جیسی اپنے نفس سے کرتے ہو۔ اگر کسی سے کوئی قصور اور غلطی سرزد ہو جائے تو اسے معاف کرنا چاہیئے نہ یہ کہ اس پر زیادہ زور دیا جائے اور کینہ کشی کی عادت بنالی جائے۔

نفس انسان کو مجبور کرتا ہے کہ اس کے خلاف کوئی امر نہ ہو اور اس طرح پر چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تخت پر بیٹھ جاوے اس لئے اس سے بچتے رہو۔ میں سچ کہتا ہوں کہ بندوں سے پورا خلق کرنا بھی ایک موت ہے میں اسکو ناپسند کرتا ہوں کہ اگر کوئی ذرا بھی کسی کو توں تاں کرے تو وہ اس کے پیچھے پڑ جاوے۔ میں تو اسکو پسند کرتا ہوں کہ اگر کوئی سامنے بھی گالی دیدے تو صبر کر کے خاموش ہو رہے۔"

(ملفوظات جلد نہم صـ۴ و صـ۵)

——— *** ———

"کمزور بھائی سے محبت کرو۔ میں جو یہ سنتا ہوں کہ کوئی کسی کی لغزش دیکھتا ہے تو وہ اس سے اخلاق سے پیش نہیں آتا بلکہ نفرت اور کراہت سے پیش آتا ہے حالانکہ چاہیئے تو یہ کہ اس کے لئے دعا کرے اس سے محبت کا اظہار کرے اور اسے نرمی اور اخلاق سے سمجھائے ... جماعت تب ہی بنتی ہے کہ بعض بعض کی ہمدردی کریں۔

(ملفوظات احمدیہ حصہ چہارم)

جالینوس کے قلم سے :-

جھوٹ ایک زہر ہے ایک دیمک ہے

* حدیث شریف میں آیا ہے کہ :-

ترجمہ :- "آنحضرت صلعم سے پوچھا گیا کہ کیا مومن بزدل ہو سکتا ہے ؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں - پھر پوچھا گیا کیا مومن بخیل ہو سکتا ہے ؟ آپ نے فرمایا ہاں - پھر سوال کیا گیا کہ کیا مومن جھوٹا ہو سکتا ہے ؟ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں ۔"

جھوٹ وہ سرطان ہے جو افراد اور قوموں کو بالآخر ہلاکت اور فنا تک پہنچا دیتا ہے - جھوٹ ایک دیمک کی طرح روح کو چاٹ جاتا ہے۔

قرآن کریم میں بار بار سچ بولنے اور جھوٹ کو چھوڑ دینے کی تلقین کی گئی ہے اور سچوں کے لئے انعامات اور جھوٹوں پر عذاب کا ذکر فرمایا گیا ہے - قیامت کے ذکر پر اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے :

"اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ یہی وہ دن ہے جب سچ بولنے والوں کو ان کا سچ فائدہ پہنچائے گا ان کے لئے ایسے باغات ہوں گے جن میں نہریں بہتی ہوں گی وہ اس میں سدا کے لئے رہیں گے رضی اللہ عنہم و رضو عنہ اور یہی سب سے بڑی کامیابی ہے ۔" (الانعام - ۱۱۹)

یہ امر کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ ہمارے معاشرے میں کس کس رنگ میں دن رات میں ہزار ہا مرتبہ جھوٹ بولا جاتا ہے آج تک جتنے بزرگ گذرے ہیں سب نے یہی کہا ہے کہ جو جھوٹ بولتا ہے اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے ۔

ذیل میں جھوٹ بولنے کے دس انداز بیان کئے جاتے ہیں کہ ہم کس طرح مختلف رنگوں اور طریقوں سے اس زہر کو کھاتے ہیں جس کے کھانے سے روح مرجاتی ہے اور جھوٹ بولنے والا انسانیت کے مقام سے گر جاتا ہے۔

۱ :- مبالغہ آمیزی یا رنگ آمیزی

بات کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنا - اس پر رنگ چڑھا کر خوبصورت بنا کر پیش کرنا - ایک کے دس اور دس کے بیس بنا کر پیش کرنا یہ ایک جھوٹ کی ہی قسم ہے جو حقیقت سے بالآخر کوسوں دور لے جاتی ہے اسے قرآن کریم کی زبان میں اسراف کہا جاتا ہے جس سے یوں منع فرمایا گیا ہے ۔

"اور نہ ملاؤ سچی بات کو جھوٹ کے ساتھ ۔"

"یقیناً اللہ تعالےٰ اسراف کرنے والے جھوٹوں کو ہدایت نہیں دیتا ۔"

۲ :- حقیقت کو سیاق و سباق کے بغیر بیان کرنا ۔

اس کو نہایت اختصار سے یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ ایک بزرگ نے اپنا کشف بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میں کشف میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بہت جاہ و جلال اور شان و شوکت والی ہستی ہے اس کا چہرہ اس قدر منور ہے کہ میری آنکھیں خیرہ ہوتی ہیں ۔ میں پوچھتا ہوں آپ کون ہیں تو اس ہستی نے کہا کہ میں ہی تو خدا ہوں جس نے تمام جہانوں کو پیدا کیا ہے ۔"

اب اس بزرگ کے دشمن اسے یوں بیان کرتے ہیں کہ دیکھو یہ خدائی کا دعویٰ کرتا ہے اور اس نے فلاں جگہ یہ لکھا ہے :-

"میں ہی تو خدا ہوں جس نے تمام جہانوں کو پیدا کیا ہے ۔"

اور سننے والے کو اصل عبارت دیکھنے کی کیا ضرورت ہے وہ عقیدت الٰہی کی وجہ سے اس بزرگ کا جانی دشمن ہو جاتا ہے ۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی دشمن اسلام یہ کہتا ہے کہ قرآن کریم میں لکھا ہے :

ویل' للمصلّین ـــ لا تقربوا الصّلوٰۃ ـــ ید اللہ مغلولۃ' ان اللہ فقیر' ۔

سیاق و سباق کو چھوڑ کر بیان کرنا بھی جھوٹ کی ایک قسم ہے ۔

۳ - منافقت ۔

یہ ان لوگوں کا شیوہ ہے جن کی زبان پر کچھ اور دل میں کچھ اور ہوتا ہے یا وہ ایسی بات کہیں جو خود وہ نہ کرتے ہوں ایسے لوگوں کو قرآن پاک میں منافق کہا گیا ہے اور ان کا مقام یوں بیان ہوا ہے ۔

"منافقین دوزخ کی اسفل ترین جگہ پر ہوں گے ۔"

حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضور صلعم نے فرمایا :

"سب سے برے لوگ وہ ہیں جو دو چہرے رکھتے ہیں ۔ اس طرف اور چہرے سے ملتے ہیں اور دوسری طرف اور چہرے سے ملتے ہیں ۔"

قرآن کریم میں یوں فرمایا گیا ہے ۔

"وہ جب مومنوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور جب کافروں کے پاس جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو مذاق کرتے ہیں ۔" (البقرۃ)

۴ ، بڑھ چڑھ کر تعریف کرنا ۔

کسی کی مدح اور تعریف بیان کرتے وقت مبالغہ کرنا بھی جھوٹ کی ایک قسم ہے چاپلوسی سے دنیاوی اور مادی فوائد کے حصول کے لئے کسی انسان کی اتنی تعریف کرنا جس کا وہ اہل نہ ہو سراسر جھوٹ اور کذب بیانی ہے ۔

ہمارے دیہات میں بھی اور شہروں میں بھی یا تو بعض لوگ خود اس جھوٹ کا نشانہ ہوتے ہیں یا امراء اور رؤسا نے بعض لوگ اس قسم کے جھوٹ بولنے پر ملازم رکھے ہوتے ہیں جو مجالس میں ان کی تعریف ان کے مقام سے بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں ۔

شعراء اور قصائد گو بھی اس کا شکار ہو جاتے ہیں اسی لئے قرآن کریم میں اکثر شعراء کو قابلِ تعریف قرار نہیں دیا گیا ۔

۵۔ وعدہ خلافی کرنا۔

حدیث شریف میں منافق کی جو علامات بیان کی گئی ہیں ان میں سے وعدہ خلافی بھی ایک ہے۔ فرمایا:

"جس میں یہ چار باتیں پائی جائیں وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان میں سے ایک موجود ہے وہ جزوی طور پر منافق ہے جب تک کہ اسے ترک نہ کر دے:۔

"جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو اُسے پورا نہ کرے جب معاہدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے اور جب جھگڑا کرے تو فحش کلامی کرے۔" عہد کو پورا کرنا۔ اور وعدہ کو نبھانا ایک مومن کی شان قرار دی گئی ہے قرآن کریم میں بار بار حکم ہوتا ہے "اوفوا بالعقود" اور مومنوں کی شان یوں بیان ہوتی ہے

"یقیناً کامیاب ہو گئے وہ مومن جو اپنی امانتوں اور عہدوں کا پاس رکھتے ہیں"

۶:۔ تکبّر اور بے جا فخر کرنا۔

دوسرے انسانوں پر اپنی برتری جتانا اور اترانا۔ غرور کرنا اور اکڑ کر چلنا اپنے آپ کو برتر خیال کرنا۔ دوسروں سے نفرت کرنا اس قسم کی تمام باتیں جھوٹ میں شامل ہیں جبکہ انسانیت میں سب مساوی ہیں۔ اس سے نفرت حقارت اور حسد پیدا ہوتا ہے۔ اور امیر اور غریب میں نفرت جنم لیتی ہے اسی لئے فرمایا ہے۔

"ان اللہ لا یحب کل مختال فخور"

۷:۔ جھوٹی گواہی دینا۔

یہ ایک نہایت بدترین اور ذلیل حرکت ہے جسے ہمارے ہاں بطور پیشہ بھی اختیار کیا جاتا ہے۔ جس سے انصاف کی روح مجروح ہوتی ہے۔ اس سے ایک بے گناہ پھانسی کے تختہ پر چلا جاتا ہے اور ایک مجرم پھانسی سے بچ جاتا ہے۔ خداتعالےٰ نے جھوٹی گواہی دینے کو بُت پرستی کی گندگی کے ساتھ بیان فرمایا ہے:۔

"اور بتوں کے گند سے اجتناب کرو اور جھوٹی بات بیان کرنے سے بھی پرہیز کرو"

اور بہت سے لوگ ایسے ہیں جو عدالت میں قرآن ہاتھ میں لے کر یا یہ کہہ کر کہ "جو کچھ کہوں گا سچ کہوں گا اور سچ کے سوا کچھ نہیں کہوں گا" سراسر کذب بیانی سے کام لیتے ہیں۔ اس سے بُری قسم جھوٹ کی اور کیا ہو سکتی ہے مگر کہتے ہیں کہ انصاف اندھا ہوتا ہے اور یہ جھوٹی شہادت اس اندھے کی لاٹھی بن جاتی ہے جو بعض دفعہ ایک بے گناہ پر کوڑے بن کر برستی ہے۔

۸:۔ تہمت لگانا (افترا پردازی)

ایسا قصہ گھڑنا جس کی حقیقت کچھ نہ ہو جس سے کسی قابل احترام ہستی کی توہین مقصود ہو کسی عزت دار انسان کو اس کے منصب سے گرانا مدنظر ہو۔ اس کی طرف وہ بات منسوب کی جائے جو اس سے سرزد نہ ہوئی ہو۔ اسے قرآن کریم میں بہت نفرت سے بیان کیا گیا ہے اور اس کے لئے اسی دنیا میں سزا تجویز کی گئی ہے

فرمایا:

"جو لوگ نیک باز عورتوں پر الزام لگائیں اور چار گواہ پیش نہ کر سکیں اُن کو اسّی (۸۰) کوڑے لگاؤ اور آئندہ سے ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو"

"وہ لوگ جو پاکباز اور نیک عورتوں پر تہمتیں تراشتے ہیں وہ دین اور آخرت میں لعنت کئے گئے ہیں ان کو بہت بڑا عذاب ہے۔"

(سورۃ النور)

۹: مذاق یا مزاح کے رنگ میں غلط بیانی کرنا

اس قسم کے جھوٹ کی تو کوئی حد ہی نہیں ہے۔ دن رات۔ صبح شام۔ اُٹھتے بیٹھتے۔ چلتے پھرتے اور کھاتے پیتے اس قسم کا جھوٹ بولا جاتا ہے جس کا بہترین بچنے کا یہ طریق ہے کہ ہم نے تو مذاق کیا تھا۔ زہر اور گندگی ایک غلاظت ہے جو خواہ مذاق میں کیا جائے یا سنجیدگی میں۔

بہت ترقی یافتہ قوموں کی پیروی اور نقل میں ہمارے ہاں بھی "اپریل فول" کے رنگ میں اس جھوٹ کو فیشن کے طور پر بولا جاتا ہے اور اس میں کوئی عیب نہیں سمجھا جاتا۔ اس قسم کے مذاق سے بعض دل کے مریض زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں اور بعض حوادث کا شکار ہو جاتے ہیں۔ مگر جو لوگ یہ طریق اختیار کرتے ہیں وہ اس جھوٹ کو بطور چٹکلے کے استعمال کرتے ہیں۔ جو سراسر ایک غلط اور فحش طریق ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے:

"تم میں سے کوئی ایماندار نہیں کہلا سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے کرتا ہے یہاں تک کہ مزاح میں بھی جھوٹ سے اجتناب کرے۔"

۱۰: اپنے نفس سے جھوٹ بولنا۔

یہ جھوٹ کی ایک ایسی قسم ہے جو انسان بولتا رہتا ہے اور اسے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ ایک گندی حرکت کا مرتکب ہو رہا ہے۔ مثلاً بعض بُری عادات کو چھوڑ دینے کا عزم کرتا ہے کہ بس یہ عادت کل سے چھوڑ دوں گا اور دن مہینے اور سال گذرتے چلے جاتے ہیں اور ساتھ ساتھ وہ عادات بھی چلتی جاتی ہیں۔ اور اپنے نفس سے یہ وعدہ بھی چلتا رہتا ہے کہ اسے جلد ہی ترک کر دوں گا۔ شرابی شراب چھوڑنے کیلئے۔ سگریٹ نوش سگریٹ چھوڑنے۔ غلط راستہ پر چلنے والے اس راستہ کو چھوڑ دینے کے لئے روزانہ اپنے نفس سے وعدہ کرتے ہیں مگر اس وعدہ کا ایفا نہیں ہوتا۔ جھوٹ بولنے کو سرورِ کائنات صلعم نے بہت بڑی خیانت بیان فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں،

"اس سے بڑھ کر خیانت اور کیا ہو گی کہ تو اپنے بھائی سے کوئی بات بیان کرے اور وہ اسے سچ مان لے جبکہ تو جھوٹ بول رہا ہو۔"

باہتمام الجدہ پرنٹرز اردو بازار سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر ڈاکٹر اللہ بخش)